

تحقیق التراویح

تصنیف
نور العارفین شاہ ابو الحسین احمد نوری قادری مارہروی

ترجمہ
مولانا دلشاد احمد قادری

تحقیق التراویح

تصنیف

نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمدِ نوری قادری مارہروی

ترجمہ

مولانا دلشاد احمد قادری

سلسلۂ مطبوعات (82)

عنوان کتاب	:	تحقیق التراویح
تصنیف	:	سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ
ترجمہ	:	مولانا دلشاد احمد قادری
طبع اول عربی	:	۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۵ء
طبع جدید (ترجمہ)	:	۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء

Publisher
TAJUL FUHOOL ACADEMY
(A Unit of Qadri Majeedi Trust)
Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India
Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720
E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in.com

Distributor	*Distributor*
Maktaba Jam-e-Noor	**New Khwaja Book Depot.**
422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	Matia Mahal,
Phone : 011-23281418	Jama Masjid, Delhi-6
	Mob. : 0091-9313086318

انتساب

مصنف کتاب کے روحانی وارث وجانشین

تاجدار اہل سنن، وارث پنجتن

حضرت سید شاہ یحییٰ حسن میاں قادری برکاتی

(ولادت: ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء۔ وفات: ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء)

کی بارگاہ اقدس میں

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسیدالحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم سفر ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۷۰ رکتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت و اصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، اکابر بدایوں کی سیرت وسوانح، باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم و جدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل سلجھا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج الفحول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادۂ قادریہ سے وابستہ علما، مشائخ اور ادبا و شعرا کے علاوہ دیگر اکابر اہل سنت کی قدیم و نایاب تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لایا جائے، اور ان عظیم شخصیات کے علوم و معارف اور ان کی حیات و خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے، بفضلہٖ تعالیٰ اکیڈمی نے اس سمت میں بھی کامیاب کوششیں کی ہیں، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سیکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

فہرست مشمولات

صفحہ	عنوان

☆☆☆

ابتدائیہ

تاج الفحول اکیڈمی نے اکابر اہل سنت کی قدیم ونایاب کتابوں کو جدید آب وتاب کے ساتھ شایع کرنے کا جو سلسلہ گذشتہ چند برسوں سے شروع کیا ہے زیر نظر کتاب کا ترجمہ اور اشاعتِ جدید اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اکیڈمی نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کی یہ مبارک کتاب اہل ذوق کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے فخر ومسرت محسوس کر رہی ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں تالیف کی گئی تھی، کتاب کا نام ''تحقیق التراویح'' ہے، یہ تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) برآمد ہوتا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ مطبع غالب الاخبار سیتاپور سے ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ/ فروری ۱۸۷۵ء میں شایع ہوئی تھی اور غالباً یہی اس کی آخری اشاعت بھی ہے، اب تقریباً ۱۴۲ ربرس بعد تاج الفحول اکیڈمی اس کا ترجمہ شایع کرنے کا فخر حاصل کر رہی ہے۔ ارادہ ہے کہ اصل کتاب کو عربی میں تقدیم وتخریج کے ساتھ شایع کیا جائے، اس سے یہ کتاب اہل علم اور صاحبان افتا کے لیے اور زیادہ مفید وکارآمد ثابت ہوگی۔

کتاب پر اُس زمانے کے اجلہ علما اور اہل علم وفضل کی تصدیقات ہیں، تصدیق کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد علمائے بدایوں، تلامذۂ تاج الفحول اور فضلائے مدرسہ قادریہ کی ہے، یہ امر اُس اعتماد واعتبار کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مشائخ مارہرہ مطہرہ کو اہل بدایوں اور مدرسہ عالیہ قادریہ پر ہر دور میں رہا ہے۔ تصدیقات میں سب سے پہلی تصدیق حضرت تاج الفحول کی ہے، اس سے علمائے عصر کے درمیان حضرت تاج الفحول کی قدر ومنزلت اور مصنف کتاب کی نظر میں ان کی وقعت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی پوری توانائی کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ ہمارے مشائخ مارہرہ صرف تصوف وسلوک اور علوم روحانیت وطریقت ہی کے شناور نہ تھے بلکہ وہ علم شریعت، فقہ وافتا، کلام وعقائد اور دیگر علوم معقول ومنقول کے بھی رمز شناس تھے۔

کتاب کی اشاعت جدید سے پہلے مَیں نے مخدوم گرامی امین ملت حضرت سید شاہ امین

میاں برکاتی مارہروی (زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) سے اجازت ضروری سمجھی، آپ نے ازراہ کرم فرمائی دعاؤں کے ساتھ اشاعت جدید کی اجازت مرحمت فرمائی اور تاج الفحول اکیڈمی کو اپنے دعائیہ کلمات سے بھی سرفراز فرمایا۔

کتاب کا ترجمہ مدرسہ قادریہ کے لائق مدرس عزیزم مولانا دلشاد احمد قادری نے کیا ہے، یہ عزیز موصوف کا پہلا کام نہیں ہے، اس سے پہلے بھی وہ اکابر کے کئی کتب ورسائل کے ترجمے اور تخریج وغیرہ کی اہم ذمہ داری بہ حسن وخوبی انجام دے چکے ہیں اور اس وقت بھی بعض کتابوں پر کام کررہے ہیں، رب قدیر ان کے علم اور حوصلے میں مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

نورالعارفین حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کی مبسوط سوانح ''مدائح حضور نور'' از مولانا غلام شبر قادری نوری بدایونی (خلیفہ خاص حضرت میاں صاحب قدس سرہ) بھی تاج الفحول اکیڈمی کے اشاعتی منصوبے میں شامل ہے، کتاب کی کمپوزنگ مکمل ہوچکی ہے، کوشش ہے کہ آنے والے عرس قاسمی میں منظر عام پر آجائے۔ ان شاءاللہ۔

مَیں ممنون ہوں برادرم ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی بدایونی کا جنہوں نے میری درخواست پر تعارف مصنف کے لیے اپنا ایک پرانا مضمون نظر ثانی اور ترمیم واختصار کے ساتھ اشاعت کے لیے مرحمت فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

رب قدیر ومقتدر اکیڈمی کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے، مصنف، مترجم اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اکیڈمی کے رفقا اور معاونین کو خدمت دین کا مزید حوصلہ اور جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ | اسید الحق قادری
۱۷؍اگست ۲۰۱۲ء | خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

نورالعارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی بدایونی

سادات حسینیہ زیدیہ کا ایک خاندان عراق کے شہر واسط سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا اور پورب کے قصبے بلگرام کو اپنا وطن ثانی بنایا۔ اس خاندان میں جلیل القدر علما، عظیم المرتبت صوفیا، حاملین شریعت وطریقت اور رہنمایان دین وملت ہر دور میں پیدا ہوتے رہے۔ مخدوم میر سید محمد معروف بہ دعوۃ الصغریٰ، حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی (صاحب سبع سنابل) اور میر غلام علی آزاد بلگرامی (صاحب سبحۃ المرجان) اسی خاندان عالی شان کے چشم وچراغ ہیں۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کے صاحب زادے حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی جامع شریعت وطریقت تھے، آپ بلگرام سے مارہرہ تشریف لائے، آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ اویس بلگرامی اپنے زمانے کے مشائخ کرام میں نمایاں مقام کے حامل تھے، حضرت سید شاہ اویس بلگرامی کے صاحبزادے صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ علم شریعت وطریقت کے ماہر، قادریت اور چشتیت دونوں سلاسل کے فیض وبرکات کے جامع اور مارہرہ مطہرہ کی مشہور 'خانقاہ برکاتیہ' کے مؤسس اور بانی ہیں۔

صاحب البرکات کے سلسلہ اولاد امجاد کو ''خانوادہ برکاتیہ'' اور آپ کے سلسلہ فیض وبرکت کو ''سلسلہ برکاتیہ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس خاندان عالی شان پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصی انعام فرمایا کہ یہ خاندان برصغیر کے علمی اور روحانی خانوادوں میں ایک خاص شرف وامتیاز کا حامل ہوا۔ حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی، اسدالعارفین حضرت سید شاہ حمزہ عینیؔ مارہروی، شمس مارہرہ حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں اور حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول مارہروی، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن مارہروی، حضور تاج العلما، حضور سید العلما،

حضور احسن العلما قدست اسرارہم اس خانوادے کے وہ جلیل القدر اصحاب ولایت وروحانیت ہیں کہ جو اپنے احوال ومقامات، ریاضات ومجاہدات، منازل سیر وسلوک اور مقام ولایت وتقرب کے باعث اپنے معاصرین میں ممتاز وفائق ہوئے اور ان نفوس قدسیہ نے ایک جہان کو اپنے ظاہری وباطنی کمالات سے فیض یاب فرمایا۔

صاحب تذکرہ نور العارفین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی اسی دودمان عالی شان کے چشم وچراغ اور اسی سلسلہ خیر وبرکت کی روشن وتاب ناک کڑی ہیں ۔زیر نظر مضمون میں ہم اختصار کے ساتھ آپ کی حیات اور شخصیت پر روشنی ڈال رہے ہیں۔

چشم وچراغ خاندان برکات نور العارفین سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری کی ولادت ۱۹؍شوال المکرّم ۱۲۵۵ھ/ ۲۶؍دسمبر ۱۸۳۹ء مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔حضرت سید شاہ ظہور حسن قادری برکاتی مارہروی آپ کے والد ماجد اور خاتم الاکابر سید شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ عنہ آپ کے جد محترم ہیں۔بانی خانقاہِ برکاتیہ صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ تک آپ کا سلسلہ نسب اس طرح پہنچتا ہے۔سید شاہ ابو الحسین احمد نوری بن سید شاہ ظہور حسن مارہروی بن حضرت سید شاہ آل رسول احمدی بن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن حضرت سید شاہ حمزہ عینی مارہروی بن حضرت شاہ آل محمد مارہروی بن حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدست اسرارہم۔

والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ، حضرت سید شاہ دلدار حیدر کی صاحب زادی اور حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نواسی تھیں۔

حضرت کا نام نامی اسم گرامی سید شاہ ابو الحسین احمد نوری اور لقب ''میاں صاحب'' حضرت کے دادا اور مرشد خاتم الاکابر کا مرحمت فرمایا ہوا تھا اور ساتھ ہی تاریخی نام ''مظہر علی'' قرار پایا۔

ابھی سرکارِ نور صرف ڈھائی برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی۔ سرکارِ نور کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کی پرورش وتعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری

آپ کی جدہ ماجدہ یعنی بڑی بی بی صاحبہ اہلیہ حضور خاتم الاکابر نے فرمائی اوراس طرح سرکارنور قدس سرہٗ نے اپنے جدِّ کریم قدس سرہٗ کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی اور کامل اکتالیس برس، بارگاہ آلِ رسول کی صحبت وخدمت سے فیض یاب ہوئے۔

تعلیمی مراحل:

حضورنوری میاں صاحب قدس سرہٗ کی تعلیم کے ابتدائی مراحل میاں جی رحمت اللہ صاحب ومیاں جی الٰہی خیر، میاں جی اشرف علی صاحب وغیرہم نے طے کرائے۔قران کریم قاری محمد فیاض صاحب رامپوری سے پڑھا۔صرف ونحو کی تعلیم مولانا محمد سعید بدایونی اورمولانا فضل احمد جالیسری (تلمیذ حضرت تاج الفحول) سے حاصل کی۔مولانا نوراحمد عثمانی بدایونی (تلمیذ علامہ فضل حق خیرآبادی) سے معقولات کی تکمیل فرمائی۔

علمِ تصوف وسلوک کی تعلیم اپنے جد کریم حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ مولانا احمد حسن صوفی مرادآبادی اور مفتی عین الحسن بلگرامی سے حاصل فرمائی۔اصولِ فقہ وحدیث مولانا تراب علی امروہوی، مولانا محمد حسین بخاری کشمیری اورمولانا حسین شاہ محدث ولایتی سے تحصیل فرمائے۔ علوم دعوت وتکسیر حضرت شاہ شمس الحق قادری عرف تنکا شاہ تعلیم فرماتے تھے۔

اکثر مسائل دینی میں حضورتاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ فرمایا، جس کی تصدیق اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''سراج العوارف فی الوصایا والمعارف'' میں فرمائی ہے۔

سلوک کی تکمیل:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کی زیرِ تعلیم وتربیت حضورنوری میاں صاحب نے راہ سلوک کا سفر شروع کیا، اس وقت آپ کی عمر شریف صرف گیارہ سال کی تھی۔اس چھوٹی سی عمر میں آپ کوآپ کے جدِّ امجد خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے تمام مجاہداتِ سلوک وریاضات طریقہ اور خاص خاص ادعیہ خاندانی اداکرادیے۔ان تمام علوم کی تکمیل کے بعد سرکارِنور قدس سرہٗ نے اپنے چھوٹے دادا حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہٗ سے بھی باطنی فیض اورفن

تکسیر حاصل کیا۔ غرض کہ بہت ہی کم عمر میں آپ کی ذات پاک اپنے مرشد کی توجہ اور اپنے اکابرین قدست اسرارہم کے فیوض باطنی کے طفیل مجموعۂ کمالات بن چکی تھی۔

بیعت وخلافت:

آپ کو بیعت وخلافت اپنے جدِّ کریم حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ جس وقت سرکارِ نور قدس سرہٗ کو ان کے جدِّ امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت وخلافت کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، اس وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ کی عمر شریف صرف ۱۲/ برس کی تھی۔ اپنی بیعت وخلافت کا تفصیلی بیان خود حضور میاں صاحب قدس سرہٗ نے سراج العوارف میں تحریر فرمایا، فرماتے ہیں:

> ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آلِ احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فارغ ہوکر میرے دادا اور مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر سجادہ کے مقام پر آئے میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی، سجادہ شریف پر تشریف لاکر مجھے مسندِ طریقت پر چار زانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ مَیں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود دوزانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذر پیش کی اور فرمایا مبارک ہو۔

حضور خاتم الاکابر قدس سرہ نے حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تحریری سند خلافت حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن ولادت کے موقع پر مرحمت فرمائی۔

عقد مسنون، واولاد امجاد:

آپ کا پہلا عقد دختر حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ ان بی بی صاحبہ کا وصال ۱۷/ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۶ھ میں بہ مقام مارہرہ شریف ہوا۔ آپ کا دوسرا عقد حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں رحمۃ اللہ علیہ (حقیقی نواسہ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ) کی حقیقی بہن یعنی دختر سید محمد حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادے سید محی الدین جیلانی ۱۲۸۸ھ میں تولد ہوئے، لیکن ان

صاحبزادے کا وصال ایک سال ۷ ماہ کی عمر میں بمقام مارہرہ شریف ہوا۔

وصال شریف اور جانشینی:

آپ کا وصال ۱۱/ رجب المرجب شنبہ ۱۳۲۴ھ/ اگست ۱۹۰۶ء میں مارہرہ شریف میں ہوا۔ درگاہ برکاتیہ کے جنوبی برآمدے میں دفن ہوئے۔

آپ کے وصال کے بعد مسند سجادگی پر آپ کے برادر عم زاد حضرت سید مہدی حسن قدس سرہ جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے اپنا جانشین میرے نانا ابا حضور سید العلما سید شاہ آل مصطفیٰ قادری مارہروی قدس سرہٗ کو مقرر کیا، لیکن بعد میں حضور سید العلما اور حضرت سید آل نبی میاں کے درمیان سجادہ نشینی کے سلسلے میں ایک معاہدہ ہوا، جس کی رو سے حضرت آل نبی صاحب نے مسند سجادگی کو رونق بخشی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سید شاہ اولاد رسول چھما میاں صاحب مسند نوریہ پہ متمکن ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد وارث پنجتن حضرت سید شاہ یحییٰ حسن میاں قادری برکاتی مسند نوریہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت وارث پنجتن نے میرے خال محترم رفیق ملت سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری کو تحریری طور پر اپنا جانشین اور مسند نوریہ کا ولی عہد نامزد کیا اور عرس نوری میں اس کا اعلان فرمایا۔ حضرت وارث پنجتن کے وصال (۱۸/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ/ ۲۱/ جولائی ۲۰۱۱ء) کے بعد آپ کے فاتحہ چہلم کے موقع پر حضرت رفیق ملت کو خاندانی دستور کے مطابق مسند نوری پر متمکن کیا گیا۔ اللہ رب العزت اس برکاتی چمن کو پھلا پھولا رکھے، حضرت رفیق ملت کے ہاتھوں برکاتی و نوری فیض کو عام فرمائے۔ آمین

نصیحت و وصیت:

سرکار نور قبل وفات اپنے مریدین و متوسلین و متبعین کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اے بھائیو! آگاہ ہو جاؤ کہ فقیر کو سفر آخرت درپیش ہے بلکہ قریب آچکا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور اپنے بزرگوں،

باپ داداؤں کی پیروی کرتے ہوئے مَیں وصیتوں کی طرف متوجہ ہوا اور ناچیز دنیا سے دل ہٹایا اور سب گناہوں اور برائیوں سے توبہ کی اور آئندہ زندگی بھر کے لیے پرہیز اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی توبہ قبول فرمائے اور بخشے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مرشدان کرام کے طفیل مجھے اور میرے دوستوں کو بخشے اور اعلیٰ مرتبے عطا فرمائے اور اولیائے کرام کے درجوں پر پہنچائے اور انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کے پاک سایے میں رہنے کی جگہ عطا فرمائے اور وہ بہترین ساتھی ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

آگے فرماتے ہیں:

اول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔ شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور طریقت میں حضرت غوث الاعظم جیلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کر لیں۔ علمائے دین اور فقرائے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں، درگاہ وخانقاہ کی خدمت بجا لائیں اور نماز باجماعت کے لیے مسجدوں میں حاضر ہوں۔ والدین، مرشد، علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں۔ اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے سارے شیوخ طریقت سے بڑھ کر جانیں اور اپنے آپ کو تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھیں اور ہمیشہ خاکساری اور انکسار کے ساتھ رہیں۔

دوسرے یہ کہ قول اور فعل میں شریعت محمدیہ کی پیروی اور طریقت کے احکام پر قائم رہنے کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہوں جس میں یہ تین

شرطیں دیکھ لیں۔ پہلی یہ کہ وہ مسلمان اور سنی مذہب کا پیرو ہو، دوسرے شریعت کی پوری پابندی کرتا ہو، تیسری اس کا مسلک صحیح ہو یعنی اسلام میں اہل سنت و جماعت کا مذہب رکھتا ہو اور شریعت کا پابند ہو اور طریقت میں کسی صحیح السلسلہ پیر کا مرید اور خلیفہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی شیخ سے ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بہ خود بلا اجازت ہی مرید کرنے لگے اور لوگوں کو دھوکے سے مرید بناتا ہو۔ اللہ ہمیں اعمال کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ پس واضح ہو کہ جس پیر میں یہ صفات ہوں، بیعت کرلے اور اس کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہ کر باطنی مجاہدے میں توجہ کرے اور اس راہ کی نسبت حاصل ہونے کے بعد منصب خلافت حاصل کرے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہے اور خدا سے خدا کو طلب کرے۔ جب خدا کو پالیا تو سب چیزوں کو حاصل کرلیا، اس لیے کہ اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے سب وہی ہے یعنی موجود تنہا وہی ہے۔

تصنیف وتالیف:

سرکار نور قدس سرہٗ کی طبیعت مجاہدہ وریاضات اور ذکر اللہ کی طرف بہت مائل تھی اس لیے تصنیف کی طرف حضرت اقدس کی توجہ کم مائل ہوئی۔ پھر بھی مخلوق خدا کی رہنمائی، متوسلین کی تعلیم وتربیت اور مسلک اہل سنت کی حمایت ودفاع میں چند کتب ورسائل تصنیف فرمائے، جو علوم ظاہر اور علوم باطن دونوں میں آپ کے رسوخ وجامعیت کے آئینہ دار ہیں۔

آپ کی بعض تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) لطائف طریقت کشف القلوب (اردو)

(۲) النور والبھاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء (عربی)

(۳) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (فارسی)

(۴) اسرار اکابر برکاتیہ

(۵) تخییلِ نوری (مجموعہ کلام)

(٦) عقیدۂ اہل سنت نسبت محاربین جمل وصفین ونہروان (غیر مطبوعہ)

(٧) العسل المصفی فی عقاید ارباب سنة المصطفی (اردو)

(٧) رسالہ سوال وجواب

(٨) اشتہار نوری

(٩) تحقیق التراویح (عربی)

(١٠) دلیل الیقین من کلمات العارفین

(١١) رسالہ الجفر

(١٢) صلوٰۃ غوثیہ وصلوٰۃ معینیہ (عربی)

سرکارِنور کے مریدین وخلفائے کرام:

سرکار نور کے حلقہ ارادت میں کثیر تعداد حضرات بدایوں کی تھی اور اس لیے کہ حضرت کا قیام اکثر بدایوں شریف میں رہتا تھا، اہل بدایوں کو حضور میاں صاحب اور حضور میاں صاحب کو اہل بدایوں سے خصوصی تعلق تھا، اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ آپ کے جد اعلیٰ حضور شمس الدین ابو الفضل آلِ احمد اچھے میاں قدس سرہٗ نے اس شہر کی نسبت سے ارشاد فرمایا کہ ''بدایوں تو ہماری جاگیر ہے جو سرکار غوثیت سے ہم کو عطا ہوئی ہے''۔

سرکار نور کے سارے خلفا اپنے اپنے دور میں امتیازی حیثیت کے حامل، ماہرین شریعت، کاملین طریقت تھے۔

حضرت سے نہ صرف باہر والے بلکہ اہل خاندان بھی کثیر تعداد میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت پائی۔ آپ کے خلفا کی مکمل فہرست مولانا غلام شبر قادری بدایونی نے ''تذکرہ نوری'' میں درج کی ہے۔ آپ کے بعض خلفا کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(١) مجدد برکاتیت بقیۃ السلف سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

(٢) حضرت سید شاہ مہدی حسن عرف مہدی میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ

(۳) حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قادری مارہروی قدس سرہٗ
(۴) حضرت تاج العلما سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہٗ
(۵) حضرت سید شاہ حامد حسن قادری برکاتی مارہروی قدس سرہٗ
(۶) حضرت سید شاہ ظہور حیدر قادری برکاتی مارہروی قدس سرہٗ
(۷) حضرت سید شاہ ارتضا حسین صاحب پیر میاں قدس سرہٗ
(۸) حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی قدس سرہٗ
(۹) اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ
(۱۰) حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ
(۱۱) مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہٗ
(۱۲) مولانا قاضی مبشر الاسلام عباسی بدایونی قدس سرہٗ
(۱۳) مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری ابوالحسینی بدایونی قدس سرہٗ
(۱۴) مولانا غلام حسنین صدیقی بدایونی قدس سرہٗ
(۱۵) مولانا قاضی غلام قنبر صدیقی بدایونی قدس سرہٗ
(۱۶) مولانا قاضی غلام شبر صدیقی قادری نوری بدایونی قدس سرہٗ

سیرت سرکارِ نور:

حضرت نور العارفین کی سیرت اپنے اکابر قدست اسرارہم کی سیرت مبارکہ کا آئینہ تھی۔ ان کی سیرت پاک کا ہر پہلو اپنے اجداد کرام کی صفات کا مظہر اتم تھا۔ منشائے ایزدی کے مطابق زندگی کو ڈھالنا، ہر ہر قدم سنت مصطفیٰ کی پیروی کرنا حضرت نور العارفین کا نسب العین تھا۔ ولایت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود طبیعت میں وہ انکساری تھی جس کی نظیر نہیں ملتی اور یہی صفت اولیاء اللہ کا خاصہ ہے۔ آپ خود 'سراج العوارف' میں اس طرف توجہ فرماتے ہوئے چھیالیسویں نور میں ارشاد فرماتے ہیں:

ولی پر اپنا حال چھپانا ایسے ہی فرض ہے جیسے نبی پر اپنی نبوت کا اظہار کرنا۔

ولی کی ولایت مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی بات نہیں مگر ارادتاً ظاہر نہ کرے۔
حضرت نورالعارفین کی سیرت پاک میں ہر وہ خوبی بدرجہ اتم موجود تھی جس کی نشاندہی آپ کے دادا و مرشد نے فرمائی تھی۔

اتباع شریعت:

شریعت مطہرہ کی اتباع کرنے ،اور اپنے احباب کو اس کی تلقین کرنے میں علما و مشائخ کے درمیان سرکارِ نور کو نہ صرف امتیازی حیثیت حاصل تھی بلکہ بیشتر صوفیا و مشائخ کرام کے لیے وہ ذاتِ نوری نمونۂ عمل تھی۔ التزام شریعت کے معاملے میں سرکارِ نور فرماتے ہیں:

بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ ہے اور طریقت کا الگ تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟ اے بے وقوفو ،سنو! ہوش میں آؤ میں تمہاری ہدایت کے لیے کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے اور تمہاری ہدایت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے ۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھٹکے ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لائے دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا۔ ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت۔ احکام نبوت تو ظاہر ہے۔ تکمیل ولایت سے مراد خلق سے دل میں خدا تعالیٰ کے محبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا، اس لیے پہلے اسلام کی تعلیم دیتے اور پھر احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے، پھر درجۂ ولایت پر پہنچاتے، کبھی ایسا نہ ہوا کہ بغیر مسلمان کیے یا احکام شریعت کے بغیر کسی کو درجۂ ولایت پر پہنچا دیا ہو۔ تو کان کھول کر سنو جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ شریعت درخت ہے اور طریقت پھل اور پھل بغیر درخت کے پیدا نہیں ہوسکتا۔

اس سے التزام شریعت کے بارے میں سرکارِ نور کا موقف بالکل واضح ہے۔

تاحیات آپ اس کے پاسدار رہے،عبادات وعادات میں کبھی کوئی غفلت نہیں ہوئی۔زمانے میں رائج بدعات ورسومات سے ہمیشہ اجتناب فرمایااوردوسروں کوبھی اس سے روکا۔غرض کہ حضرت والا کاہرعمل اتباع شریعت میں ڈوباہوا تھا۔

اخلاق کریمانہ:

سرکارنور بہترین اخلاق کا بے مثال نمونہ تھے۔انہوں نے اپنے نانا جان مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے حصہ پایا تھا۔ ہر ہر ادا اُن کی اخلاق مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔غریبوں اور حاجت مندوں پر بے حد شفیق،مظلوموں ناداروں کے لیے بخشش کا سمندر،کمزوروں کی دل جوئی،طبیعت میں صبر واستقلال وانکسار،سخاوت و عطا،سب سے خندہ پیشانی سے پیش آنا سرکار والا کی سیرتِ مبارکہ کے اہم پہلو ہیں۔

سرکارنور کی یہ خاص عادت کریمہ تھی کہ ہر کام میں میانہ روی اختیارفرماتے اوراپنے متوسلین کوبھی اس کی تاکیداور تلقین فرماتے کہ:

> ہر کام میں اوسط رویہ اپنائے، یہی دشواریوں سے بچنے کا آسان راستہ ہےاور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش پاک بھی ہے۔

ہمیشہ برائیوں سے بچنے اورنیکیوں کواپنانے کی تعلیم ارشاد ہوتی۔اندازکلام اتنا نرم اورلطیف ہوتا تھا کہ بارگاہ نوری میں ایک بار حاضر ہونے والا اُس شمع نور کا پروانہ ہوجاتا۔عوام جوق در جوق اس شیریں کلام کو سننے کے لیے حاضر رہتی۔خود بارہاارشادنوری ہوتا تھا کہ:

> ہم مسلمان ہیں،امت محمدی ہیں،آلِ محمد ہیں،فقیرِ سرکارِقادری ہیں پھر بھلا ہم میں سختی وتندخوی کیسے ہوسکتی ہیں؟۔

آپ ارشادفرماتے کہ

> غصے کے وقت اپنی حفاظت کرو،ورنہ تم برباد ہوجاؤ گے۔شیطانی غصہ نفس کے ابھار سے ہوتا ہےاور رحمانی وہ ہے کہ خدااور رسول کے حکم کے مطابق ہو،جیسے راہ خدا میں کافروں سے جہاد،اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینا، رحمانی غصہ

پسندیدہ ہے اور شیطانی غصہ قابل نفرت ہے۔

غربا پر فدا، امرا سے جدا:

سرکار نور قدس سرہٗ غربا و فقرا کی قربت کو پسند فرماتے۔ امرا، رؤسا، سلاطین اور اغنیا سے حد درجہ احتراز فرماتے۔ ارشاد نوری تھا کہ:

> دنیا داروں، امیروں، بادشاہوں اور سلاطین کی ملاقات سے اگر چہ وہ نیک اور عادل بھی ہوں، دور بھاگو اس لیے کہ مالداروں کی صحبت زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے کہ گھونٹ اترتے ہی ہلاک و تباہ۔

اس لیے سرکار نور کی بارگاہ میں ہر دم غربا و فقرا کا مجمع رہتا۔ سرکار نور کی بارگاہ میں غریبوں، فقیروں کو ہر دم باریابی کی اجازت تھی۔ اس جماعت کے احوال سرکار نور بڑی شفقت اور فرحت سے سماعت فرماتے، ان کے معاملات کو سلجھاتے، ان کی حاجت روائی فرماتے، اکثر اپنے غریب متوسلین کے مکانوں پر بغرض قیام تشریف لے جاتے، ان کی دعوت کو قبول فرماتے تھے اور اس معاملے میں ہمیشہ غربا کو امرا پر ترجیح دیتے۔ وہ امرا جن کو آپ کے خاندان سے نسبت تھی ان کے گھر بھی بہت کم ہی تشریف لے جاتے اور جن حضرات کو بیعت نہ ہوتی ان کا نذرانہ تک قبول نہ فرماتے۔

سرکارِ نور فنا فی الشیخ:

سرکار نور قدس سرہٗ شیخ کی اتباع، حضوری شیخ میں فنائیت کو طریقت کی جان تصور فرماتے۔ شیخ کی اہمیت اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> تمام مجاہدوں سے بڑھ کر برزخ شیخ ہے اور برزخ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے، گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور اُن کے فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفات اختیار کرے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرے گا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر جگہ ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ جانے اور خبردار جانیں۔

سرکارنور قدس سرہٗ نے جو اَدب شیخ کا تحریر فرمایا اس کو اپنی زندگی میں عملی طور پر بھی پیش نظر رکھا۔ ہر دم، ہر پل شیخ کی اتباع، شیخ کی خوشنودی، جو لینا اپنے شیخ سے لینا، جو کہنا شیخ سے کہنا۔آپ اپنے دادامرشد شاہ آلِ رسول کے عاشقِ صادق تھے۔محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے شیخ کے خدام کو خود سے پہلے کھانا کھلواتے اور بڑے لطف وشفقت سے پیش آتے۔سرکار خاتم الاکابر کے مریدین سے بڑی مہربانی فرماتے اوران کی بڑی رعایت فرماتے۔

سرکارِنور کا فیضان تصرف وحکومت:

خانوادۂ برکاتیہ کے اکابرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہر دور میں صاحب تصرف وحکومت رہے۔رب تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو اپنے فضل خاص سے نوازا،ان کے ہاتھوں سے اپنی مخلوق کی حاجت روائی کروائی۔ان کے آستانوں پر اپنا خصوصی کرم فرمایا ان حضرات کرام کے دربار مرکز عقیدت ومرجع خلائق کل بھی تھے آج بھی ہیں اورکل بھی رہیں گے۔لیکن اس خانوادۂ عالی شان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں پر ہمیشہ کرامت پر استقامت کو فوقیت دی گئی۔جب بندے میں استقامت دینی پیدا ہو جائے تو رب تبارک و تعالیٰ اس کو اپنے خصوصی انعام سے نوازتا ہے اوراسی سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔

سرکارِنور خانوادۂ برکات کی ہی نہیں عالمِ اسلام کی وہ عبقری شخصیت تھے جو اپنے معاصرین میں ممتاز ومحبوب تھے۔ان کی شناخت کے واضح نشانات ہیں ان کا توکل،استغنا، علم وعمل،شریعت وطریقت کا امتزاج اوروہ سادگی تھی جس پر ہزاروں رنگینیاں قربان۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اوراپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں تمام اہلِ سلسلہ کو حضرت نورالعارفین کی حیاتِ طیبہ سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆

تقریظ

تلمیذ تاج الفحول استاذ العلما حضرت علامہ محبّ احمد قادری بدایونی

(ولادت:۱۲۶۶ھ/ ۱۸۴۹ء۔وفات:۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور انسان کی صورت گری فرمائی اور اس کو تمام مخلوق پر فضیلت بخشی۔ درود و سلام ہو رحمت عالم پر جو اس کے حبیب اور اس کے رسول، اولین و آخرین میں سب سے بہتر اور احکم الحاکمین کی بارگاہ میں قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہیں اور انہیں کی شفاعت قبول ہونے والی ہے، اور آپ ایسے نبی امی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن کی اتباع کرنے کا ہمیں حکم فرمایا اور ان کی اطاعت کو کتاب مبین میں ہم پر اپنی اطاعت کی مثل فرض قرار دیا اور جن کو قیامت کے دن جناتِ نعیم میں بلند درجات تک پہنچنے کا سبب بنا دیا، ان کی مخالفت سے منع فرمایا اور قرآن متین میں ان کی نافرمانی کو ہم پر اپنی نافرمانی کی طرح حرام قرار دے دیا اور ان کی نافرمانی کو بروز قیامت کفار و مشرکین کے ساتھ جہنم کے گڑھوں میں ڈالے جانے کا سبب بنا دیا۔ درود و سلام نازل ہو آپ کی آل پاک پر اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو امہات المؤمنین ہیں اور آپ کے کامل و مکمل اصحاب پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر اور آپ کی امت کے ان علما پر جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حلال و حرام کے قوانین کے استنباط کے لیے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔

اما بعد:

بندۂ عاجز (جو اللہ رب العزت کی رحمت کا امیدوار ہے) شیخ محبّ احمد حنفی قادری بدایونی عرض کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کو سید المرسلین کی سنت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے)

اے دین دار لوگو! جب کہ اس زمانے میں بہکانے والوں کے فتنے کی اشاعت ہوئی اور اہل ہوا کے فساد عام ہوئے جو بدعتی اور جمہور مسلمین کے مخالف ہیں، عموماً مسائل دین میں اور خاص طور سے تراویح کی رکعات کی تعداد اور روزے داروں کے لیے اس کے سنت مؤکدہ ہونے میں، اور جب عوام کی حاجت زیادہ ہوگئی اور فساد پھیلانے والوں اور بدعتیوں کی جماعت میں

تفرقہ پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں کی دعائیں زیادہ ہونے لگیں تو ان بے چین لوگوں کی حاجت روائی کرنے والی ذات (یعنی اللہ رب العزت) نے ان مخلصین اور دعا کرنے والوں کی دعا قبول کی اور اہل حق ویقین کے ذریعے اپنی حمایت کا اظہار فرمایا، خاص طور سے ان مولانا اور علامہ کے ذریعے جو مشرق ومغرب میں مشہور ہیں، مصیبتوں اور تنگیوں میں غریبوں کو پناہ دینے والے ہیں، وہ بقیۃ السلف ہیں، حجۃ الخلف ہیں، زبدۃ الفقہاء والمتکلمین، اسوۃ الفضلاء والمتفقہین، جو تعریف وتوصیف سے بے نیاز ہیں یعنی مولانا سید السادات سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی (اللہ رب العزت ان کے طول بقا کے ذریعے مسلمانوں کی تائید فرمائے اور ان کی تالیفات کے ذریعے دین میں فساد پھیلانے والے اور بدعتیوں کی کمر توڑے، خاتم الانبیا علیہ السلام کے صدقے میں)

اللہ رب العزت نے مولانائے موصوف کے دل میں ایک عمدہ متن تحریر کرنے کا خیال ڈالا جو مشائخ حنفیہ کے نزدیک تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے اور اس کی رکعات کی تعداد ۲۰ رہونے کے سلسلے میں ہے۔ تو علامہ موصوف نے اللہ رب العزت کی مدد اور حسن توفیق سے ایک ایسی عمدہ تحریر رقم کی جو لفظ کے اعتبار سے مختصر، معنی کے اعتبار سے نہایت عمدہ اور عالی شان ہے، اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں کوئی کتاب اس کے برابر نہیں، اور اس موضوع پر تالیف کیے جانے والا کوئی رسالہ اس کے قریب نہیں، اس تحریر میں اعتراض کرنے والوں کے اعتراض، وہم کرنے والوں کے وہم اور شک کرنے والوں کے شکوک کی کوئی گنجائش نہیں۔

بہ خدا میں کہتا ہوں کہ یہ اسی کے موافق ہے جو حضور ﷺ کی سنت سے ماخوذ ہے اور اسی کے مطابق ہے جو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے مروی ہے اور سلف صالحین، اہل حق ویقین اور جمہور مشائخ حنفیہ کے اقوال پر مشتمل ہے، جو سنت مصطفویہ کی اتباع کرنے والے اور زمین پر انبیا کے وارثین ہیں۔

مختصر یہ کہ اس موضوع پر اس (رسالے) کی مثل کوئی رسالہ موجود نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

(اصل تقریظ عربی میں تھی، یہاں صرف اردو ترجمہ درج کیا جارہا ہے، دلشاد احمد)

تمہید از مؤلف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

الحمد للّٰه الذی هدانا لاحیاء السنة السنیة والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد صاحب الشریعة البهیة واٰله واصحابه مصابیح الهدایة للبریة.

اما بعد:

عاجز اور حق تعالیٰ کی رحمت کا طلبگار بندہ سید ابوالحسین احمد نوری المعروف میاں صاحب ابن سید ظہور حسن رحمہ اللہ علیہ ابن سید آل رسول مدظلہ العالی حنفی قادری مارہروی (خصه الله تعالیٰ بحسن التوفیق و جعل له التوفیق خیر رفیق) کہتا ہے:

اس رسالے میں سنت کے معنی، خصوصاً تراویح کے معنی اس کی رکعتوں کی تعداد، اس کے سنت موکدہ ہونے اور اس کے دلائل کا بیان ہے۔ نیز اس کے متعلق احکام بھی بیان کیے گئے ہیں، اس رسالے کو میں نے ۲۱ ؍رمضان مبارک ۱۲۹۰ء کو چھ دن میں تالیف کیا اور اس کا نام تحقیق التراویح رکھا۔ اس کو میں نے ایک مقدمہ بشمول تتمہ، ایک باب مع فصول نیز ایک خاتمہ مع تکملہ ترتیب دیا، مقدمہ بشمول تتمہ میں اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا بیان ہے اور سنیت پر دلائل اور اس سلسلے میں وارد احادیث مبارکہ ہیں۔

ان کے مقدمے میں جو مسائل تراویح اور اس کے علاوہ باقی احکام ذکر کیے گئے، ان کی تائید و توثیق کے لیے فقہائے متقدمین و متاخرین کے اقوال باب میں تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ اقوال مذکورہ میں فرق کے لیے ان اقوال میں سے ہر قول کے لیے ایک فصل لکھی گئی ہے۔

خاتمہ مع تکملہ ترک سنت کی اساءت اور اس کے علاوہ دیگر فوائد کے بیان میں ہے جو سنت کے متعلق ہیں۔

میرے عم مکرم سید عبداللہ مدظلہ العالی نے مجھے احناف میں اصح مذہب مختار سے حقیقت تراویح کے اظہار کے لیے اس رسالے کی تالیف کے لیے آمادہ کیا۔ میں اللہ عزیز و علیم سے حسن تکمیل کا سوال کرتا ہوں وباللّٰه التوفیق وعلیه التکلان ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

مقدمہ

معلوم ہو کہ سنت مؤکدہ اور مطلق سنت کی تعریف میں فقہائے کرام اور اصولیین کے مختلف اقوال ہیں۔ یہاں ہم مولوی حافظ الحاج محمد عبدالحئ لکھنوی مداللہ فیوضہ کے رسالے ''**تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار**'' سے ہم فقہ کے اکثر اقوال کا ذکر کریں گے۔ اب ہم ترتیب واران اقوال کو نقل کرتے ہیں:

☆

بزازیہ، **خزانة المفتین** اور دیگر کتب فقہیہ میں ہے اور امام نسفی نے امام خواہرزادہ کی تصنیف ''الفقہ النافع'' کی ''شرح المستصفیٰ'' میں بھی نقل کیا ہے کہ سنت وہ عمل ہے جس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور مواظبت کیا ہو اور اس سنت کا حکم یہ ہے کہ اسے کرنے پر اجر دیا جائے گا اور چھوڑنے پر ملامت کی جائے گی۔

تعریف مذکور کی طرف صاحب ''ہدایہ'' علامہ برہان الدین مرغینانی کا میلان بھی ہے کیوں کہ آپ نے وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے سنت ہونے کی علت نبی اکرم ﷺ کا اس فعل پر ہمیشگی و مداومت کرنا بتایا ہے۔ نیز اعتکاف کے سنت ہونے کی وجہ بھی یہی بتائی ہے، آپ فرماتے ہیں مواظبت سنت ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ عینی نے ہدایہ کی شرح بنایہ میں فرمایا کہ ''سنت کی تمام تعریفوں میں سب سے عمدہ تعریف وہ تعریف ہے جو خواہرزادہ نے کی ہے''۔

☆

شرح نقایہ میں علامہ شمنی فرماتے ہیں کہ ''سنت وہ ہے جو شارع علیہ السلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور وہ نہ واجب ہو اور نہ مستحب''۔

☆

سنت کی وہ تعریف جو فتح القدیر کی ''بحث الطہارۃ'' میں ذکر کی گئی ہے اور یہ جمہور علما میں مشہور و

معروف بھی ہے کہ ”سنت وہ ہے کہ کبھی ترک کے ساتھ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے اس عمل پر ہیشگی اختیار کی ہو“۔

☆

امام زاہدی نے مختصر القدوری کی شرح میں رکن الدین اصولی سے نقل کیا ہے کہ: ”سنت وہ عمل ہے جس پہ شارع علیہ السلام نے دوام اختیار کیا ہو اور تعلیم امت یا سہولت کے پیش نظر ایک یا دو مرتبہ اسے ترک کیا ہو، نیز یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہ ہو جیسے نماز اور وضو کی سنتیں اور ادب وہ عمل ہے جس کو شارع نے ایک یا دو مرتبہ کیا ہو“۔

☆

صاحب غایۃ البیان نے سنت کے تعلق سے فرمایا کہ: سنت وہ ہے جس پر عمل کرنے میں ثواب ہو اور اس کے چھوڑنے میں عتاب ہو عقاب نہ ہو۔
نیز آپ فرماتے ہیں کہ ”مَیں نے ترک سنت میں جو عتاب کی بات کہی وہ نفل سے احتراز ہے (کیوں کہ ترک نفل میں عتاب بھی نہیں ہے) اور فرض و واجب سے احتراز کرتے ہوئے کہا کہ ترک سنت میں عقاب نہیں ہے“ (اس لیے کہ ترک فرض یا ترک واجب میں تارک عقاب کا مستحق ہوتا ہے)

☆

صاحب عنایہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ”سنت وہ طریقہ ہے جس پر دین میں چلا جائے اور اس کا حکم یہ ہے اس کا عامل ثواب کا مستحق ہو اور تارک زجر و ملامت کا حقدار ہو“۔

☆

علامہ حلبی ”**غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی**“ میں رقم طراز ہیں کہ ”شریعت مطہرہ میں سنت وہ پسندیدہ طریقہ ہے کہ دین میں بطور مواظبت بغیر لازم وضروری قرار دیئے ہوئے جس پر چلا جائے، غیر لازم کی قید سے فرض اور واجب خارج ہو گئے (اس لیے کہ فرض و واجب کی ادائیگی لازم وضروری ہوتی ہے) اور مواظبت وہیشگی کی قید سے نفل سے احتراز مقصود ہے اسی طرح سراج

الہندی سے نقل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مواظبت کی قید لگانے کی کوئی حاجت نہیں تھی کیوں کہ یہ طریقے میں داخل ہے، اس لیے کہ بغیر مواظبت کے اس کا نام طریقہ نہیں رکھا جاتا۔

☆

صاحب جامع الرموز فرماتے ہیں کہ ''لغوی طور پر سنت عادت کو کہتے ہیں اور از روئے شرع سنت مشترک ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور تقریر اور آپ کا وہ عمل جس پر آپ ﷺ نے ہمیشگی اختیار کی ہو اور وجوبی طور پر اس کا حکم نہ فرمایا ہو کے درمیان، لہٰذا سنت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک سنت ہُدیٰ ہے جس کو سنت مؤکدہ کہا جاتا ہے جیسے اذان، اقامت اور حضور سے مروی دیگر سنتیں، ایک قول کے مطابق کلی اور ناک میں پانی چڑھانا بھی سنت ہدیٰ میں داخل ہیں۔ سنّت ہدیٰ کا حکم واجب کے مثل ہے کہ جس کے قیام کا دنیا میں مطالبہ کیا جاتا ہے مگر واجب کو ترک کرنے والا عقاب اور سنت کا تارک عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔ سنت کی دوسری قسم سنت زوائد ہے جیسے منفرد کا اذان دینا، مسواک کرنا، نماز میں مقررہ دیگر افعال، سنن زوائد کا تارک قابل عتاب نہیں۔

سنت وہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جس پر مداومت فرمائی ہو اور کبھی بغیر عذر کے ترک بھی کیا ہو، یہی تعریف ''کتاب التحریر'' میں منقول ہے۔ اس تعریف سے فرائض خارج ہو جائیں گے کیونکہ عذر کی بنا پر کبھی ان کو ترک کیا جاتا ہے۔

سنت وہ ہے کہ جس پر آنحضرت ﷺ نے مداومت فرمائی، لیکن کبھی ترک بھی کی، اگر چہ یہ ترک حکماً ہو جیسا اس فعل کو نہ کرنے والے پر حضور کا نکیر نہ فرمانا اس لیے کہ حضور علیہ السلام کا عدم انکار ترک کے مرتبے میں ہے۔ لہٰذا سنت کی اس تعریف میں اعتکاف داخل ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے اگر چہ بغیر ترک کیے ہوئے اعتکاف پر ہمیشگی فرمائی، لیکن جس نے اعتکاف نہیں کیا اس پر نکیر نہیں فرمائی گویا کہ عدم اعتکاف پر نکیر نہ فرمانا درحقیقت ترک کے مرتبے میں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے بحث الاعتکاف میں جو تحقیق کی ہے یہ تعریف اسی سے اخذ کی گئی ہے۔

☆

صاحب درمختار علامہ حصکفی فرماتے ہیں کہ ''سنت مؤکدہ میں ترک کے ساتھ مواظبت شرط ہے اگرچہ ترک حکماً ہو۔

علامہ عبدالحی فرنگی محلی کے نزدیک مواظبت کو تعریف میں شامل کرنا اولیٰ ہے بہ مقابلے اس کو شرط خارجی قرار دینے کے۔

☆

کتاب'' خلاصۃ الفتاوی'' میں ہے کہ ''سنت وہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے جس پر مداومت کی ہو اور واجب فرائض کی تکمیل ہے اور سنتیں واجب کی تکمیل ہیں اور مستحبات سنتوں کی تکمیل ہیں''۔

سنت وہ طریقہ ہے جس پر بلا فرض و وجوب دین میں چلا جائے، اس کا ذکر الیاس زادہ نے شرح نقایہ میں کیا ہے اور اسے علامہ حلبی نے اختیار کیا ہے، جیسا کہ اس پر عبارت مذکورہ دلالت کرتی ہے۔

☆

علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حواشی میں بعض علما سے نقل کیا ہے کہ ''سنت وہ طریقہ ہے کہ قولاً یا فعلاً جس پر دین میں چلا جائے اور اسے لازم قرار نہ دیا جائے اور نہ اس کے ترک پر انکار کیا جائے اور نہ ہی وہ طریقۂ مسلوکہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہو۔ ہمارا قول ''طریقہ'' یہ جنس کی مانند ہے جو سنت اور غیر سنت دونوں کو شامل ہے اور ''غیر لزوم'' فصل کی طرح ہے، اس سے فرض خارج ہو جاتا ہے اور ''بلا انکار'' سے واجب نکل جاتا ہے اور ہمارا قول لیست خصوصیۃ سے وہ چیزیں خارج ہو جاتی ہیں جو خصائص محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہیں، جیسے صومِ صال وغیرہ''۔

☆

مراقی الفلاح کے حواشی میں سے علامہ طحطاوی نے سنت کی تعریف اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''احناف کے نزدیک سنت وہ عمل ہے جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طور پر کیا ہو جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا (یعنی لزوم اور اس کے ترک پر انکار کیے بغیر) یا حضور کے بعد صحابہ نے

اس پر عمل کیا ہو۔

☆

''السراج الوہاج'' میں ہے کہ ''سنت وہ ہے جس کو نبی یا کسی صحابی نے کیا کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے طریقے کی پیروی کا حکم دیا ہے کہ **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی** (تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے) نیز حضور نے فرمایا **اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اهتدیتم** (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کروگے راہ راست پا لوگے)۔

☆

صاحب البحر فرماتے ہیں کہ مجھ عاجز و کمزور بندے پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ ''سنت وہ ہے جس پر شارع علیہ السلام نے مداومت و مواظبت فرمائی ہو، لیکن اگر یہ مداومت عدم ترک کے ساتھ ہے تو سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے اور اگر کبھی حضور نے اس سنت کو ترک بھی کیا ہے تو یہ سنت غیر مؤکدہ ہونے کی دلیل و علامت ہے اور اگر جس شخص نے اس سنت پر عمل نہیں کیا اس پر حضور نے نکیر فرمائی تو آپ کا تارک سنت پر نکیر فرمانا وجوب کی دلیل ہے۔

سنت کی اس توجیہ میں علامہ عبدالمولیٰ دمیاطی نے **تعالیق الانوار حاشیة الدر المختار** میں اور شیخ عمر مصری نے **الجواهر النفیسة شرح الدرة المنیفة** میں صاحب البحر کی اتباع کی ہے۔

☆

ابن کمال پاشا نے ''ایضاح الاصلاح'' میں سنت کی تعریف اس طور پر کی ہے کہ: سنت وہ ہے جس کو بطور عبادت حضور اکرم ﷺ یا خلفائے راشدین نے کیا، لیکن کبھی ترک بھی کیا ہو۔ آپ نے فرمایا سنت وہ فعل ہے جس پر رسول نے بطور عبادت ہمیشگی اختیار کی لیکن کبھی ترک بھی کیا۔

کتابوں میں مذکورہ تعریف مشہور و معروف ہے، لیکن اس میں قدرے تسامح ہے، اس لیے کہ جس

شے پر خلفائے راشدین نے مداومت اختیار کی وہ بھی سنت ہے۔کیا آپ نہیں دیکھتے کہ صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے تراویح کے متعلق فرمایا ہے کہ ''اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت ہے کیوں کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت کی ہے''۔

☆

سنت کی ایک تعریف وہ ہے جس کو علامہ عبدالعزیز بخاری نے اختیار کیا، حضرت ابوالیسر سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''سنت وہ ہے جس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام نے مواظبت اختیار کی''۔علامہ ابوالیسر نے ''**التحقیق شرح المنتخب الحسامی**'' میں ذکر کیا ہے کہ ہر وہ فعل جس پر آنحضرت ﷺ نے دوام فرمایا (جیسے نماز میں تشہد پڑھنا اور سنن رواتب) اس کا حصول مستحب ہے اور اسے ترک کرنے پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ ملامت کی جائے گی اور ہر وہ کام جس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مداومت نہیں فرمائی بلکہ بعض اوقات اسے ترک کیا ہے (جیسے ہر نماز کے واسطے وضو کرنا، وضو کے اعضا کو مکرر دھونا، وضو میں ترتیب کا لحاظ رکھنا) اس کی تحصیل مستحسن ہے اور چھوڑنے پر ملامت نہیں کی جائے گی۔رمضان مبارک میں تراویح پڑھنا سنت صحابہ ہے کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دائمی طور پر اسے ادا نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام نے اس کی ادائیگی پر مواظبت اختیار کی۔لہٰذا تراویح ان سنتوں میں سے ہے جس کا حصول مستحب و مستحسن ہے اور اس کا تارک قابل ملامت و مذمت ہے۔لیکن یہ مرتبے میں اس سنت سے کم ہے جس پر رسول اکرم ﷺ نے مداومت اختیار کی اس لیے کہ سنت نبی سنت صحابہ سے قوی تر ہے۔

☆

علامہ ابوالیسر نے فرمایا یہ تفصیل ہم احناف کے نزدیک ہے، شوافع کہتے ہیں سنت وہ نفلی شے ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے ہمیشگی فرمائی اور وہ نفلی عبادت جس پر صحابہ کرام نے مداومت کی وہ سنت نہیں ہے شوافع کی تعریف ان کے قواعد کے اعتبار سے درست ہے۔کیوں کہ شوافع صحابہ کرام کے اقوال کو حجت نہیں مانتے لہٰذا وہ آپ کے افعال کو بھی سنت نہیں سمجھتے ہیں۔ہم احناف

کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال حجت ودلیل ہیں تو ان کے افعال بھی سنت ہوئے۔

☆

علامہ ابوالیسر کہتے ہیں کہ ''**کشف اصول البزدوی**'' میں ہے رمضان مبارک میں نماز تراویح پڑھنا سنت صحابہ ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نماز پر مداومت نہیں فرمائی بلکہ صحابہ کرام نے اسے ازروئے مواظبت ادا کیا، پس نماز تراویح ان چیزوں میں سے ہے جس کو پڑھنا مستحب ہے اور ترک کرنا قابل ملامت ہے۔ لیکن مرتبے میں یہ اس سنت سے کمتر ہے جس پہ حضور اکرم ﷺ نے دوام فرمایا، اس لیے کہ نبی کی سنت صحابہ کی سنت سے زیادہ قوی ہے۔ یہ تفصیل ہمارے نزدیک ہے اور اصحاب شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جس نفلی چیز پر حضور نے ہمیشگی فرمائی وہ سنت ہے اور صحابہ کرام نے جس نفلی چیز پر مواظبت کی وہ سنت نہیں ہے اور یہ شوافع کے اصول پر درست ہے اس لیے کہ شوافع اقوال صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے اور ہمارے نزدیک اقوال صحابہ حجت ہیں لہٰذا ان کے افعال بھی سنت ہیں، اس لیے کہ سنت وہ طریقہ ہے جس کے احیا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ** (تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین** (تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ اختیار کرنا لازمی ہے۔)

☆

سنت نبی یا صحابی کا دینی طریقہ ہے۔ صاحب غایۃ البیان نے ''**التبئین شرح المنتخب الحسامی**'' میں فرمایا کہ: سنت لغت میں طریقے کو کہتے ہیں خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا، اس لغوی تعریف پر حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا یہ قول دلالت کر رہا ہے کہ **من سَنّ سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیٰمۃ ومن سَنّ سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا وزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ** (ترجمہ: جس نے کوئی عمدہ طریقہ رائج کیا اسے اس طریقے کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس سنت وطریقہ پر قیامت تک عمل کریں گے اس کا اجر بھی اس ایجاد کرنے

والے کو ملے گا اور جس نے کوئی غلط راہ قائم کی تو اس غلط طریقے کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا اور جو قیامت تک اس پر عمل پیرا ہوں گے ان کا گناہ بھی اس کی گردن پر ہوگا۔)

اور اصطلاح شرع میں سنت سے طریقۂ دین مراد ہوتا ہے اب خواہ وہ طریقۂ رسول ہو یا طریقۂ صحابہ، مگر طریقۂ رسول کو سنت رسول اور طریقۂ صحابہ کو سنت صحابہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں، مطلق سنت سنت رسول کے ساتھ مختص نہیں، اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ اختلاف رکھتے ہیں۔(ان کے نزدیک سنت سے مراد فقط سنت رسول ہوا کرتی ہے)

سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کے قیام کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے اور تارک سنت زجر وعقاب کا مستحق ہوتا ہے۔اس لیے کہ سنت یا تو طریقۂ رسول ہوگا یا طریقہ صحابہ اور ہر دونوں طریقوں کے احیا کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہانت سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

☆

علامہ ابن ہمام نے ''التحریر'' میں فرمایا کہ: احناف نے عزیمت کی کئی قسمیں کیں ہیں ایک قسم فرض ہے جس کا لزوم قطعی ہے۔ دوسری قسم واجب ہے جس کا لزوم ظنی ہے۔ تیسری قسم سنت ہے جو طریقۂ دینیہ ہے خواہ اس کی نسبت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب ہو یا وہ خلفائے راشدین یا دیگر صحابہ کرام کی جانب منسوب ہو۔

بحر العلوم نے ''شرح التحریر'' میں فرمایا کہ: مناسب ہے کہ سنت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طریقہ دینیہ مستمرّہ سے عام ہو بایں طور کہ اولاً آپ ﷺ نے اسے کیا پھر آپ کی اجازت سے یا خلفا کے حکم سے لوگ اس پر عمل کرنے لگے۔

☆

مولی محمد خسرو نے مرقاۃ الاصول اور اس کی شرح مراۃ الاصول میں فرمایا:

''عزیمت وہ ہے جو ابتداءً مشروع ہو بندوں کے اعذار پر مبنی نہ ہو، لہٰذا اگر اس کا کرنا ترک کے مقابلے میں شارع علیہ السلام سے نص یا دلیل کی بنیاد پر راجح ہو اور اس کا کرنا دلیل قطعی سے ترک کے منع کے ساتھ ہو تو اسے فرض کہیں گے اور اگر اس فعل کا کرنا دلیل ظنی سے ترک کے منع کے

ساتھ ہوتو اسے واجب کہتے ہیں اور اگر اس فعلِ عزیمت کا کرنا ترک فعل کے مقابلے میں بغیر منع ترک کے ہوتو وہ سنت ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ فعل دین میں ایسا طریقہ ہو جس پر حضور علیہ السلام اور دین کے مقتدر علما چلیں ہوں اور اگر وہ طریقہ مسلوکہ فی الدین نہ ہوتو اسے نفل کہتے ہیں نفل کو ہی مستحب یا مندوب کہا جاتا ہے۔

سنت کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم سنت ہدی ہے یعنی دین کو مکمل کرنے والی اِس کا تارک خطا کار ہے جو ملامت کا مستحق ہے، جیسے نمازِ عید، اذان، اقامت، نماز با جماعت اور سنن رواتب وغیرہ، لہٰذا اگر کسی قوم نے ان سنتوں کو چھوڑ دیا تو وہ عتاب کی سزاوار ہوگی اور اگر اہل شہر نے ان سنتوں کو ترک کیا اور اس پر اصرار کیا تو ان سے قتال کیا جائے گا، یہ وہی سنتیں ہیں جن کے متعلق امام محمد نے ''کتاب الاذان'' میں کہا ترک سنت کبھی مکروہ ہوتا ہے اور کبھی قابل اساءت۔

سنت کی دوسری قسم سنن زوائد ہے، جن کو ترک کرنے والا قابل ملامت نہیں ہوتا، جیسا کہ ارکان نماز کو طویل کرنا، یا نبی کریم ﷺ کو سیرت، لباس (مثلاً سفید) قیام وقعود میں اختیار کرنا یہ وہ ہی سنتیں ہیں جن کے بارے میں امام محمد کتاب الادب میں فرماتے ہیں کہ ''ان کے ترک میں کوئی حرج نہیں''، اگر مطلق سنت بولا جائے مثلاً یہ کہا جائے یہ سنت سے ثابت ہیں تو ہمارے نزدیک یہ سنت مطلق رہے گی یعنی یہ سنت، سنت رسول یا سنت صحابہ پر دونوں کو شامل ہوگی، اس سلسلے میں امام شافعی کا اختلاف ہے آپ کے نزدیک لفظِ سنت، رسول کے ساتھ مختص ہے۔

☆

''خزانة الروایة'' میں شاہان سے منقول ہے کہ سنت وہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ چلے ہوں۔

☆

سنت مؤکدہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے بطور عبادت مداومت ومواظبت اختیار کی لیکن کبھی اسے ترک بھی کیا۔ سنت کی اس تعریف کو صدر الشریعہ نے پسند کیا۔ آپ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں اگر آپ کہیں کہ ''اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے

اعضائے وضو کے دھونے میں تیامن (یعنی داہنے عضو کو پہلے دھویا جائے) پر مواظبت فرمائی اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ آپ ﷺ نے اعضائے وضو میں بائیں جانب سے ابتدا کی ہو تو ضروری ہے کہ داہنے جانب سے ابتدا کرنا سنت قرار پائے؟''۔ تو میں اس شبہے کا جواب یہ دوں گا کہ سنت وہ عمل ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے ترک کے ساتھ ہمیشگی فرمائی ہو اگر مذکورہ مواظبت اور ہمیشگی بطور عبادت ہو تو وہ سنن الہدی ہوں گی اور اگر بطور عادت ہوں تو وہ سنن زوائد ہوتی ہیں جیسے کپڑے اور کھانے میں داہنی طرف کو اختیار کرنا گھر وغیرہ میں داخل ہونے میں داہنے پیر کو پہلے رکھنا، ہماری گفتگو سنن الہدی کے متعلق ہے اور حضور علیہ السلام کا اعضائے وضو کے دھونے میں تیامن کو اختیار کرنا سنن زوائد کی قبیل سے ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہمارے بہت سے اصحاب علامہ عینی صاحب بنایہ، علامہ ابن ہمام، صاحب تحریر، بحر العلوم، صاحب الکشف والتحقیق، صاحب التبیین، صاحب الاصلاح والایضاح، صاحب مرقات الاصول، صاحب المحیط، صاحب الخلاصہ، صاحب النہر، علامہ ابو الیسر، البز دوی، امام طحطاوی وغیرہ نے سنت کی عمومی تعریف فرمائی جو سنتِ خلفا کو بھی شامل ہے۔ ان حضرات کے نزدیک تارک سنت قابل ملامت ہے بلکہ صاحب بنایہ علامہ عینی تو اسے قابل عقاب سمجھتے ہیں، ابن ہمام نے تحریر میں صراحتاً فرمایا کہ بعض خلفا کی سنت کا بھی یہی درجہ ہے۔ یعنی اس کا تارک عقاب کا مستحق ہے۔ حضرت بحر العلوم نے تحریر کی شرح میں صراحت فرمائی کہ سنت وہ طریقۂ دینیہ ہے جس کا خلفا نے حکم دیا اگرچہ انہوں نے خود اسے نہ کیا ہو، علامہ قہستانی نے شرح خلاصۃ الکیدانی میں اسی جانب اشارہ فرمایا کہ'' سنت، سنت رسول اور سنت خلفا کی طرف منقسم ہوتی ہے''۔

☆

علامہ ابن عابدین شیخ محمد امین شامی ردالمحتار حاشیۃ الدر المختار میں فرماتے ہیں کہ:
جس فعل کا کرنا ترک کی بہ نسبت اولی ہو تو وہ فعل منع ترک کے ساتھ دلیل قطعی سے ثابت ہو تو وہ فرض ہے اور اگر دلیل ظنی سے اس کا ثبوت ہو تو وہ واجب ہوگا اور اگر وہ فعل جس کا کرنا اولی ہے

اور ترک کی ممانعت نہیں تو اگر اس فعل پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے بعد خلفائے راشدین نے ہمیشگی فرمائی تو اسے سنت کہتے ہیں ورنہ وہ فعل مستحب ہوگا۔ اور اسی حصر کی جانب صاحب البدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی کا رجحان ہے آپ تراویح کے سنت ہونے پر خلفائے راشدین کی ہمیشگی سے استدلال کرتے ہیں بلکہ تمام فقہائے کرام کے استدلال کی بنیاد خلفائے راشدین کی مواظبت ہے۔ (علامہ عبدالحی فرنگی محلی کے رسالے خلاصہ تمام ہوا)

☆

مبسوط میں ہے کہ:

سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنن ہدی ہے اور اسے ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ وہ سنت ہے جس پر نبی کریم علیہ التحیۃ والثنا نے مداومت نہیں فرمائی۔ سنت کی دوسری قسم وہ ہے جس کو اختیار کرنا ہدایت اور ترک کرنا گمراہی وضلالت ہے جیسا کہ اذان، اقامت، نماز عید وغیرہ۔

☆

خلاصۃ الکیدانی میں ہے کہ:

بندے کی درج ذیل دو چیزوں میں آزمائش ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے تو وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر وہ باری تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، تو عقاب کا سزاوار ہوگا اور ابتلا و آزمائش کا تعلق فعل اور ترک فعل کے لحاظ سے مشروع اور غیر مشروع دونوں چیزوں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا مشروع وغیر مشروع کی انواع ان کے معانی واحکام کا بیان ضروری ہے تاکہ طالب علم اسے آسانی کے ساتھ جان اور ضبط کر سکے۔

چنانچہ توفیق الٰہی سے ہم کہتے ہیں کہ جو اشیا مشروع ہیں ان کی چار قسمیں ہیں فرض، واجب، سنت اور مستحب اور اس میں مباح بھی شامل ہے اور جو چیزیں مشروع نہیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں حرام اور مکروہ اور اس قسم میں وہ عمل بھی داخل ہے جو جائز و مشروع کام کو فاسد کر دے تو یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں، فرض وہ عمل مشروع ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں ذرّہ برابر شک و شبہ نہ ہو، اس پر عمل پیرا ہونے میں ثواب اور بغیر عذر ترک کرنے والا عقاب و سزا کا مستحق ہوتا ہے

اور فرض متفق علیہ کا انکار کفر ہے۔ واجب وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو، یہ صرف عملاً فرض کے حکم میں ہے اعتقادی طور پر فرض کے مرتبے میں نہیں اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ سنت وہ ہے جس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مواظبت فرمائی اور ایک یا دو مرتبہ اسے ترک بھی کیا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملے گا اور تارک قابل عقاب ہوگا۔ مستحب وہ عمل مشروع ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے کبھی کیا اور کبھی نہیں کیا، سلف صالحین نے اس عمل کو پسند کیا ہو۔ فعل مستحب کا عامل اجر کا مستحق ہے اور تارک ملامت وعقاب کا سزاوار نہیں، اور مباح وہ عمل مشروع ہے جس میں بندے کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اس عمل کو کرنے پر کوئی ثواب نہیں اور چھوڑنے پر کوئی عقاب نہیں۔

حرام وہ غیر مشروع عمل ہے جو ایسی نہی سے ثابت ہو کہ وہ کسی دلیل کے معارض نہ ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے ترک پر اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے اور اس کا مرتکب سزا کا مستحق ہے اور حرام فعل کو حلال سمجھ کر کرنے والے کی تکفیر پر امت کا اتفاق ہے۔ مکروہ وہ غیر مشروع عمل ہے جس میں نہی معارض کے ساتھ ثابت ہو۔ مکروہ فعل کے ترک پر ثواب اور ارتکاب پر عقاب کا خوف ہے اور اسے حلال جان کر کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور مفسد وہ عمل غیر مشروع ہے جو عمل مشروع کو ناقص کر دے اس کا حکم یہ ہے کہ عمداً عمل مفسد کا مرتکب قابل عقاب ہے اور جس سے سہواً یہ فعل سرزد ہو گیا اس پر کوئی عقاب نہیں۔

☆

منار میں ہے کہ:

مشروعات کی دو قسمیں ہیں پہلی عزیمت ہے یہ مشروعات میں اصل ہے جس کا تعلق عوارض سے نہیں ہوتا، عزیمت کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم فرض ہے اور فرض وہ ہے جو زیادتی ونقصان کا احتمال نہ رکھے اور ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شک وشبہ کا شائبہ نہ ہو جیسے ایمان اور ارکان اربع، یہ علماً لزوم کا فائدہ دیتا ہے، دل سے تصدیق کرنا اور جوارح کے ذریعے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، فرض کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور بلا عذر فرض کا تارک فاسق گردانا جائے گا۔

عزیمت کی دوسری قسم واجب ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو جیسے صدقہ فطر اور قربانی۔ واجب کا حکم یہ ہے کہ عملاً وہ لازم ہے علماً نہیں، یہاں تک کہ اس کا منکر کافر نہیں لیکن اس کو ترک کرنے والا فاسق ہے، جب کہ اخبار احاد کو کمتر سمجھے اور اگر وہ اخبار آحاد کی تاویل کرتا ہے تو فاسق بھی نہیں۔ عزیمت کی تیسری قسم سنت ہے اور وہ ایسا طریقہ ہے کہ دین میں جس پر چلا گیا ہو۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ آدمی سے اس کے قیام کا مطالبہ ہوگا لیکن یہ مطالبہ فرض اور وجوب کے طور پر نہیں ہوگا۔

سنت کا اطلاق سنت رسول اور سنت غیر رسول دونوں پر ہوتا ہے امام شافعی فرماتے ہیں "مطلق سنت سے مراد فقط سنّتِ رسول ہوتی ہے"۔ سنت کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم سنّتِ ہدی ہے جس کا تارک اساءت وخطا کا مرتکب ہوگا جیسے نماز با جماعت، اذان واقامت۔ دوسری قسم سنن زوائد ہیں جن کا تارک اساءت کا مستحق نہیں جیسے لباس، قیام وقعود میں نبی کریم علیہ السلام کی سیرت اپنانا۔

عزیمت کی چوتھی قسم نفل ہے جس کے فعل پر آدمی کو اجر اور ترک پر عتاب نہیں کیا جائے گا اس معنی کے لحاظ سے مسافر کا دو رکعت سے زائد پڑھنا نفل ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب کہ نفل اس وصف کے ساتھ مشروع ہوا تو ضروری ہے کہ اسی وصف پر باقی رہے۔

ہم کہتے ہیں جس نے نفل ادا کیا تو اس کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے اور اس کی محافظت باقی بچے ہوئے نفل کو لازمی قرار دینے ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا نفل کو شروع کرنا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر ماننا، فی الفور ضروری نہیں پھر وہ ابتدا فعل کی حفاظت کے باعث ضروری ہوا تو ابتدا فعل کی صیانت کے لیے اس کی بقا اولیٰ ہے۔

☆

الصبح الصادق شرح المنار میں ہے:

سنت کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم سنت ہدی ہے اور یہ وہی سنت ہے جس پر حضور ﷺ از روئے عبادت ہمیشگی فرمائی، لہٰذا اس پر عمل کرنا ہدایت اور ترک کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔ دوسری قسم سنن

زوائد وہ ہیں جن پر آنحضرت نے بطور فطرتِ انسانی مداومت کی بحیثیت تعبدی نہیں، لہٰذا یہ سنتیں مستحب ہیں۔

☆

''تحقیق'' میں ہے:

اور ہمارے اصحاب کی اصول فقہ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ فعل جو مکلّف سے صادر ہوتا ہے تو دو تین قسموں میں سے ایک ہوگا یا تو اس فعل میں جانب ادا راجح ہوگا یا جانب ترک یا دونوں میں سے کوئی نہیں۔ پہلی صورت میں یا تو اس فعل کے منکر کی تکفیر و تضلیل کی جائے گی تو وہ فرض ہے یا تکفیر نہیں کی جائے گی تو اس میں چند شقیں نکلتی ہیں یا تو ترک فعل سے عقاب متعلق ہوگا تو وہ واجب ہے یا عقاب کا تعلق نہیں ہوگا تو یا تو اس پر حضور ﷺ نے ہمیشہ عمل کیا ہوگا تو وہ سنت مشہورہ ہے یا نہ کیا ہوگا تو وہ نفل وتطوع اور مستحب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل کے کرنے سے عقاب لاحق ہوگا تو وہ فعل حرام ہے یا عقاب لاحق نہیں ہوگا تو وہ مکروہ ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ وہ فعل مباح ہے کیوں کہ اس کی ادائیگی میں ثواب نہیں اور اس کے ترک میں عقاب نہیں۔

''تحقیق شرح الحسامی'' میں یہ بھی ہے کہ:

سنن ہدیٰ یعنی وہ سنتیں جن پر عمل تکمیل دین میں سے ہے یہ وہی سنتیں ہیں جن کا ترک کراہت یا اساءت کو مستلزم ہے، اساءت کراہت سے کمتر ہے جیسے اذان واقامت، نماز باجماعت، نماز عید، سنن رواتب وغیرہ۔ لہٰذا امام محمد نے بعض سنتوں کے متعلق فرمایا کہ ''ان کو ترک کرنے والا خطا کار ہوگا اور بعض سنتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کا تارک گنہگار ہوگا اور بعض دیگر سنتوں کے تعلق سے فرمایا کہ ان سنتوں کی قضا لازم ہے اور یہ فجر کی سنتیں ہیں لیکن ان کے ترک کرنے پر عقاب نہیں کیوں کہ یہ سنتیں واجب نہیں۔

☆

قمر الاقمار میں ہے:

سنت ہدی وہ سنت ہے کہ جس پر رضائے الٰہی کی خاطر اور بغرض عبادت حضور نبی کریم ﷺ نے

مواظبت فرمائی اور بلا عذر ایک یا دو مرتبہ ترک بھی کیا یکسر اسے ترک نہیں کیا اور اسے چھوڑنے والے پر آپ نے نکیر بھی نہیں فرمائی۔

☆

المنح الغفار میں ہے کہ:

سنن زوائدہ وہ ہیں جن پر عمل کرنا تکمیل دین میں سے نہیں ہے لیکن اس کا فعل ترک کی بہ نسبت افضل ہے گویا کہ علما نے سنن زوائد سے مراد وہ سنتیں لیں ہیں جو مؤکدہ نہیں ہیں جن پر کبھی وہ لفظ سنت بولتے ہیں کبھی مستحب اور کبھی مندوب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ فقہائے کرام نے ان تینوں میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس فعل پر آنحضرت ﷺ نے بلا عذر ترک کے باوجود ہیشگی فرمائی وہ سنت ہے اور جس پر ہمیشگی نہیں فرمائی اور اس کا فعل اور ترک فعل دونوں مساوی ہیں تو وہ عمل مستحب ہے اور اگر اس کے ترک کو ایک یا دو مرتبہ فعل پر آپ ﷺ نے ترجیح دی تو اسے مندوب کہتے ہیں۔ اصولی حضرات مستحب اور مندوب میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

تتمہ

اس تتمے میں تراویح اور نفل کے معنی بیان کیے جائیں گے، تراویح کی تعداد رکعات اور اس کے سنت موکدہ ہونے کے دلائل ذکر کیے جائیں گے۔ نیز کچھ وہ احادیث مبارکہ پیش کی جائیں گی جو تراویح کے تعلق سے وارد ہوئیں ہیں۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ استراحت کے معنیٰ میں مصدر ہے۔ پھر چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ رکھا گیا کیوں کہ ان کے بعد استراحت کا التزام ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تراویح کی رکعتیں بیس ہیں، اس کی بحث نوافل کے تحت کتب فقہ میں موجود ہے اور یہاں ان سے مراد نوافل ہیں، نوافل نافلۃ کی جمع ہے نافلۃ لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں اور شرع میں نفل اس عبادت کو کہتے ہیں جو نہ فرض ہو اور نہ واجب، یہ ایسی عبادت ہے جو لازمی وضروری عبادت پر زائد ہے۔ لہٰذا نفل عام ہے سنت مستحبہ، سنت مؤکدہ اور تطوعات کو۔ جاننا چاہیے کہ نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے اس لیے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی اور ان کی مواظبت فرمانا تراویح کے سنت

ہونے پر دلالت کرتا ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی.

ترجمہ: میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرو۔

ابوداؤد اور امام نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر

ترجمہ: میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو۔

حضور کا ارشاد گرامی ہے

اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں تم نے جن کی اقتدا کی ہدایت پالی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللّٰہ حسن

ترجمہ: جس کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہوتا ہے۔

تراویح کی صحت پر صحابہ کرام اور سلف صالحین کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض راتیں نماز تراویح کو قائم کیا لیکن اس پر مداومت وہمیشگی نہ کرنے کا عذر یہ بیان کیا کہ کہیں نماز تراویح فرض نہ ہو جائے لہٰذا حکماً نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح پر مواظبت اختیار کی اس لیے اگر اندیشۂ فرضیت نہ ہوتا تو آپ ﷺ نماز تراویح پر دوام فرماتے۔

سنیت تراویح اور احادیث

اب ہم علامہ عبدالحئ فرنگی محلی کے رسالے ''تحفة الاخبار فی احیاء سنة سید الابرار'' سے اس مقام پر کچھ احادیث مبارکہ نقل کرتے ہیں:

حدیث (۱): امام ابوداؤد حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

کان رسول اللہ ﷺ یرغب فی قیام رمضان من غیران یا مرھم بعزیمۃ ثم یقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ ﷺ والامر علی ذالک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر و صدر من خلافۃ عمر.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کے متعلق ترغیب دیتے تھے لیکن انہیں جزماً حکم نہیں دیا کرتے تھے۔ پھر آپ فرماتے کہ جس نے اخلاص نیت کے ساتھ رمضان المبارک میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے، پھر حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اور معاملہ اسی پر قائم رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کے ابتدائی دورِ خلافت میں بھی یہی طریقہ قائم رہا۔

امام مالک نے اپنی تصنیف مؤطا میں درج بالا حدیث نقل کی ہے مگر **فتوفی رسول اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک** سے آخر حدیث تک حضرت ابو ہریرۃ کے بجائے ابن شہاب زہری کا قول بتایا ہے۔

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ صلی فی المسجد فصلی بصلوتہ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ ﷺ فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم و ذلک فی رمضان.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے مسجد میں نماز (تراویح) پڑھی لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔ پھر دوسری رات آپ نے نماز پڑھائی اور کثیر لوگ جمع ہو گئے، تیسری رات لوگ جمع ہوئے لیکن آپ ﷺ (حجرے سے باہر) تشریف نہیں لائے، جب صبح ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو تم نے رات کیا میں نے اسے

دیکھا، مجھے تمہاری طرف نکلنے میں صرف یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ یہ واقعہ رمضان مبارک کے مہینے میں ہوا)۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رمضان مبارک میں لوگ متفرق طور پر نماز ادا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے لیے چٹائی بچھائی گئی آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد حضرت عائشہ نے اوپر والی حدیث میں مذکور واقعہ بیان کیا۔

حدیث (۳): حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

صمنا مع رسول اللّٰہ رمضان فلم یقم بنا شیئاً من الشھر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللّٰہ لو نفّلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام اللیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساء ہ فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح.

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے، حضور نے اس ماہ کے اکثر حصے میں ہمارے ساتھ قیام رمضان نہیں کیا، جب رمضان مبارک کی سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام رمضان کیا یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا پھر جب چھٹی رات آئی تو آپ نے نماز نہیں پڑھائی، پھر جب پانچویں رات ہوئی تو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی حتی کہ آدھی رات گزر گئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کاش اس رات میں ہمیں نفل نماز پڑھاتے ،تو آپ نے فرمایا کہ جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے۔ جب چوتھی رات آئی تو آپ نے قیام لیل نہیں فرمایا، جب تیسری رات آئی تو آپ نے اپنی ازواج کو جمع کیا اور قیام لیل فرمایا یہاں تک کہ ہمیں سحری فوت

ہونے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

حدیث (۴): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک رات نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو کچھ لوگ رمضان کے مہینے میں مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ رہے تھے حضور نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جنھیں قرآن یاد نہیں ہے، لہٰذا حضرت ابی بن کعب ان کو نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں نے درستگی کو پالیا اور کیا ہی عمدہ کام کیا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں ہے کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی مسلم بن خالد ہیں جو ضعیف راوی ہیں۔

امام مسلم اور امام نسائی حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ ''ایک رات نبی کریم ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی''، پھر امام مسلم و نسائی نے حدیث سابق کے مثل حدیث بیان کی سوائے اس کے ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ''لوگ تیسری اور چوتھی رات بھی جمع ہوئے''۔

حدیث (۵): حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا حضور نے ہمارے ساتھ قیام اللیل نہیں فرمایا، جب ماہِ رمضان ختم ہونے میں سات دن باقی رہ گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ اتنی دیر قیام فرمایا کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا، پھر آپ ﷺ نے رمضان کے اختتام کی چھٹی شب ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا، پانچویں شب آپ نے اس قدر ہمیں نماز پڑھائی کہ رات کا نصف حصہ ختم ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش آپ ہمیں رات کے بقیہ حصے میں بھی نماز پڑھاتے رہتے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے امام کے ساتھ کچھ دیر قیام کیا پھر وہ واپس چلا گیا تو اللہ اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھتا ہے''۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں پھر حضور نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی جب ماہ رمضان ختم ہونے میں تین راتیں باقی رہ گئیں تو حضور نے ہمیں تیسری شب نماز پڑھائی اور آپ نے اپنے گھر والوں اور ازواج مطہرات کو جمع فرمایا اور نماز پڑھاتے رہے یہاں تک کہ ہمیں اس

بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم سے سحری فوت نہ ہو جائے۔

حدیث (۶): حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

سمعت النعمان بن بشير على منبر حمص يقول قمنا مع رسول الله ﷺ في شهر رمضان ليلة ثلث وعشرين الى ثلث الليل الاول ثم قمنا معه ليلة خمس وعشرين الى نصف الليل ثم قمنا ليلة سبع وعشرين حتى ظننا ان لا ندرك الفلاح.

ترجمہ: میں نے نعمان بن بشیر کو حمص کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں رمضان مبارک کی تیئسویں شب تہائی رات تک قیام اللیل کیا، پھر پچیسویں شب نصف لیل تک قیام کیا، پھر ستائیسویں شب اتنی دیر قیام کیا کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ کہیں سحری فوت نہ ہو جائے۔

امام نسائی نے جو حدیث روایت کی ہے اسی کے مثل امام ترمذی نے حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی ہے پھر ترمذی نے فرمایا کہ "یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

قیام رمضان کے متعلق اہل علم کی رائے مختلف ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ وتر کے ساتھ اکتالیس رکعت نماز ادا کی جائے، یہ اہل مدینہ کی رائے ہے، ان حضرات کے نزدیک مدینہ منورہ میں اس پر عمل ہونا دلیل ہے۔ اکثر اہل علم کی رائے وہی ہے جو حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما ودیگر صحابہ سے مروی ہے اور وہ بیس رکعت ہیں، یہ امام سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی علیہم الرحمہ والرضوان کا قول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھتے ہوئے پایا امام احمد نے اس بارے میں فرمایا کہ اس سلسلے میں کوئی معین حکم نہیں دیا۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ہم اکتالیس رکعت نماز تراویح کو اختیار کرتے ہیں، یہ حضرت ابی بن کعب کی رواۃ کی بنیاد پر ہے۔

ابن ماجہ نے ترمذی کے مثل روایت کی اور اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے رمضان مبارک کی باقی راتیں ہمارے ساتھ قیام اللیل نہیں فرمایا۔

حدیث (۷): امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يرغب في قيام رمضان من غير ان يامرهم بعزيمة فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه.

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ رمضان کے قیام میں رغبت دلایا کرتے تھے، لیکن وجوبی طور پر حکم نہیں دیا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ جس نے ماہِ رمضان میں بحالت ایمان امیدِ ثواب میں قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث (۸): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

ان رسول الله ﷺ خرج من جوف الليل فصلى في المسجد فصلى بصلوته رجال فاصبح الناس يتحدثون بذلك فاجتمع اكثر منهم فخرج رسول الله ﷺ في الليلة الثانية فصلوا بصلوته فاصبح الناس يذكرون فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج فصلوا بصلوته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم يخرج اليهم فطفق رجال يقولون الصلوة فلم يخرج اليهم حتى خرج لصلوة الفجر فلما قضى الفجر اقبل على الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم يخف على شانكم الليلة لكنى خشيت ان تفرض عليكم صلوة الليل فعجزوا عنها.

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ رات کے درمیانی حصے میں (حجرے سے) نکلے، مسجد میں آپ نے نماز ادا فرمائی، کچھ لوگوں نے اس نماز میں آپ کی اقتدا کی، صبح کو لوگوں میں اس نماز کا چرچا ہوا تو اکثر لوگ جمع ہو گئے، تو دوسری رات رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی، صبح لوگوں نے خوب اس کا ذکر کیا، لہٰذا تیسری رات کثرت کے ساتھ لوگ جمع ہو

گئے، حضور تشریف لائے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ چوتھی رات مسجد میں گنجائش باقی نہیں رہی (پوری مسجد لوگوں سے بھر گئی) لیکن حضور تشریف نہیں لائے، کچھ لوگوں نے مطلع کرنے کی غرض سے تالی بجائی، کچھ لوگوں نے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی صدائیں بلند کیں مگر آپ ﷺ پھر بھی تشریف نہیں لائے، یہاں تک کہ فجر کی نماز کے لیے آپ حجرے سے نکلے۔ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، حمد باری کے بعد آپ نے فرمایا کہ رات تمہاری حالت مجھ پر مخفی نہیں تھی، لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کو ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔

حدیث (۹): امام مالک نے موطا میں روایت کی ہے اور یہ بطریق بخاری حضرت عائشہ سے مروی ہے:

انّ رسول اللّٰہ صلی ذات لیلۃ فی المسجد فصلی بصلوٰتہٖ ناس ثم صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم ولم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم و ذلک فی رمضان.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ایک رات نماز ادا فرمائی، کچھ لوگوں نے آپ کی اقتدا کی، پھر اگلی رات آپ نے نماز پڑھائی اور کثیر لوگوں نے ادا کی، پھر تیسری یا چوتھی رات لوگ جمع ہوئے مگر آپ ﷺ تشریف نہیں لائے، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا تم نے رات جو کیا اسے میں نے دیکھا لیکن میرے نکلنے میں یہ بات مانع ہوئی کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (اور یہ واقعہ رمضان کا ہے)

حدیث (۱۰): امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللّٰہ قال من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بحالت ایمان ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا، اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث (۱۱): امام مالک مؤطا میں عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں اور یہ روایت ان ہی سے بطریق امام بخاری بھی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں:

خرجت مع عمر فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرّجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلوته الرهط فقال عمر و اللّٰه لاارانی لو جمعت هٰؤلاء علی قاری واحد لکان امثل مجمعهم علی ابی بن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصلون بصلوٰة قارئهم فقال عمر نعمت البدعة هذه والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون وکان الناس یقومون اوله.

ترجمہ: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ماہِ رمضان میں مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق جماعتوں میں نماز پڑھ رہے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا تو کسی کی اقتدا میں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ایک قاری کی اقتدا میں جمع کردوں تو یہ زیادہ عمدہ رہے گا لہٰذا حضرت عمر نے انھیں حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں لوگوں کو جمع کردیا پھر میں ان کے ساتھ دوسری رات گھر سے نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ بدعت کیا ہی عمدہ و بہتر ہے، اور تم لوگ جس سے (غافل ہوکر) سوجاتے ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اس کے لیے قیام کرتے، اور لوگ رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرتے تھے۔

حدیث (۱۲): حضرت امام مالک محمد بن یوسف سے اور وہ سائب بن یزید سے روایت کرتے

ہیں کہ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت نماز پڑھائیں، حضرت سائب کہتے ہیں کہ ہم طول قیام کے باعث اپنے عصوں پر ٹیک لگالیا کرتے تھے اور ہم طلوع فجر کی روشنی میں (مسجد سے) واپس ہوتے تھے۔

میرے نزدیک یہ طریقہ ابتداً تھا پھر بیس رکعت تراویح اور وتر متعین ہوگئے اور یہ بیس رکعتیں سنت قرار پائیں، اسی طرح بحر العلوم نے ''الارکان الاربعۃ'' میں فرمایا اور دیگر فقہائے کرام نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

حدیث (۱۳): امام مالک یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعت نماز ادا کرتے تھے۔

حدیث (۱۴): امام بیہقی ہشام بن عروہ اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ماہِ رمضان کے قیام میں مردوں کو حضرت ابی بن کعب اور عورتوں کو حضرت سلیمان بن ابی حیثمہ کے پیچھے جمع فرمایا۔ ابن سعد نے بھی اس کے مثل روایت کیا اور اس بات کا انہوں نے اضافہ فرمایا کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت آیا تو آپ نے تمام مرد و زن کو ایک امام سلیمان بن ابی حیثمہ کی اقتدا میں جمع فرمایا۔ اس کو امام سیوطی نے المصابیح میں نقل کیا ہے۔

حدیث (۱۵): فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ الغافلین میں اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی کہ امام علی نے فرمایا کہ عمر بن الخطاب نے اس نماز تراویح کو اس حدیث سے اخذ کیا جو انھوں نے مجھ سے سنی لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے عرش اعظم کے ارد گرد ایک جگہ ہے جس کو ''حظیرۃ القدس'' کہتے ہیں اور یہ نورانی مقام ہے، جہاں بے شمار فرشتے ہیں ان کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ بغیر وقفے کے مسلسل اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور جب رمضان المبارک کی راتیں آتی ہیں تو وہ لوگ اپنے رب سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور بنی آدم کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، لہٰذا وہ

فرشتے ہر رات زمین پر نازل ہوتے ہیں اور بنی آدم کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پس جس شخص سے وہ مس ہو جائیں یا جو شخص ان سے مس ہو گیا اسے وہ سعادت و نیک بختی نصیب ہوتی ہے کہ اس کے بعد کبھی ایسے شخص کو بد بختی لاحق نہیں ہوتی۔ تو عمر نے کہا اس سعادت کے ہم زیادہ حقدار ہیں، لہٰذا آپ نے لوگوں کو تراویح کے لیے جمع کیا اور ابی بن کعب کو اس نماز کے لیے مقرر فرمایا۔

حدیث (۱۶): امام بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا جس کو علامہ عینی نے ''**منحة السلوک شرح تحفة الملوک**'' میں نقل کیا کہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمان و علی کے دور میں بھی بیس ہی رکعت پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۷): امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں یزید سے روایت کی وہ ابراہیم بن عثمان سے وہ حکم سے وہ مقسم سے اور وہ عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے اور وتر ادا کرتے تھے۔

اس حدیث کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں ابی نعیم سے، انہوں نے ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان سے سنداً و متناً روایت کیا ہے اور امام بغوی نے اپنی معجم میں منصور بن ابی مزاحم سے، انہوں نے ابی شیبہ ابراہیم سے روایت کیا اور امام طبرانی نے بھی ابی شیبہ کے طریق سے روایت کیا۔ امام بیہقی نے بھی ان ہی کے طریق سے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے، اس روایت میں ضعف ہے کیوں کہ ابراہیم ابو شیبہ جن پر اس حدیث دارومدار ہے وہ متکلم فیہ ہیں۔

حدیث (۱۸): امام عقیلی، ابن خزیمہ، امام بیہقی، خطیب بغدادی اور امام اصبہانی نے ''کتاب الترغیب'' میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی اسے عقیلی نے ضعیف قرار دیا۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا'' اے لوگو! تمہارے درمیان ایک عظیم مہینہ آ چکا ہے، جس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل و بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ نے تم پر فرض کیے ہیں اور اس ماہ کے قیام اللیل کو تم پر نفل مقرر کیا ہے، تو جس نے اس ماہ عظیم میں کوئی عمل خیر کیا تو اس نے

گویا دوسرے کسی ماہ میں فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں کوئی فرض ادا کیا تو اس نے گویا کہ دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کیے''۔

حدیث (۱۹): ابن ابی شیبہ، امام نسائی، ابن ماجہ اور امام بیہقی عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ

ذکر رسول اللہ ﷺ رمضان فقال شهر فرض اللہ صیامه و سنّت انا قیامه فمن صامه و اقامه ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امّه.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مہینے کے روزے اللہ نے فرض کیے اور اس کے قیام کو میں نے سنت قرار دیا، لہٰذا جس نے بحالت ایمان نیک نیتی کے ساتھ اس ماہِ مبارک کے روزے رکھے اور قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجائے گا گویا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہے۔

حدیث (۲۰): امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں جب رمضان کا مبارک مہینہ جلوہ گر ہوتا تو حضور رات میں آرام نہیں فرماتے حتی کہ مہینہ ختم ہوجاتا (یعنی رات میں اللہ کی عبادت کرتے)

حدیث (۲۱): امام اصبہانی حضرت علی سے روایت کرتے ہیں جب رمضان مبارک کے آخری عشرے کی پہلی رات آتی تو آنحضرت ﷺ عبادت الٰہی کے لیے کمر کس لیا کرتے تھے۔ مباشرت سے دور رہتے، گھر سے نکل کر راتوں کو عبادت کرتے۔

حدیث (۲۲): امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رمضان مبارک آتا اور بعض روایات میں ہے رمضان کا آخری عشرہ جلوہ فگن ہوتا تو رسول انور ﷺ مباشرت سے اجتناب فرماتے، شب بیداری کرتے اور اپنے اہل کو جگاتے۔

یہ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی مدظلہ کے رسالے ''تحفة الاخیار فی احیاء سنة الابرار'' کی تلخیص شدہ عبارتیں تھیں ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ نفس تراویح مرد و زن دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے، اس لیے کہ اس پر خلفائے راشدین اور ان کے بعد امت نے مواظبت کی۔ اگرچہ اس پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مداومت وہمیشگی نہیں فرمائی لیکن آپ کا مواظبت نہ فرمانا ایک عذر کی بنا پر تھا کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے، یہی فقہائے کرام کا مذہب ہے جس پر ان کے اقوال دلالت کر رہے ہیں۔

مسئلہ تراویح علما اور فقہا کی نظر میں

اب ہم تراویح کے متعلق فقہائے کرام کے اقوال ذکر کریں گے:

فصل (۱)

وقایہ میں ہے:

تراویح نمازِ عشاء کے بعد وتر سے پہلے بیس رکعت مسنون ہے بعد نماز عشا پانچ ترویحے ہوں گے ہر ترویحے میں سلام اور ایک ترویح کے بقدر جلسۂ استراحت ہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، قوم کی سستی و کاہلی کے باعث ختم قرآن کو ترک نہ کیا جائے رمضان کے علاوہ وتر کی نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے۔ اس کی شرح میں ہے کہ نماز تراویح سنت ہے کیوں کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی اور نبی کریم ﷺ نے ترکِ مواظبت میں عذر بیان کیا اور وہ عذر تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ تھا۔

فصل (۲)

علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

ماہ رمضان میں نماز عشا کے بعد نماز تراویح کے لیے لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے تا کہ امام ان کو پانچ ترویحے پڑھائے، ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ ہو اور ہر دو ترویحوں میں ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھا جائے۔ پھر امام ان کو وتر نماز پڑھائے۔

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ صاحب قدوری نے استحباب کا لفظ ذکر کیا لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ

تراویح سنت ہے کیوں کہ حسن بن زیادہ نے امام ابوحنیفہ سے یہی روایت کی ہے اوراس کے سنت ہونے کی علت یہ ہے خلفائے راشدین نے اس پر مداومت ومواظبت فرمائی اورحضور نے ترکِ مواظبت میں یہ عذر بیان کیا اوروہ عذر ہمارے اوپراس نماز کے فرض ہونے کا خوف تھا۔تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اگراہل مسجد نے تراویح جماعت سے قائم نہیں کی تو تمام خطا کار ہوں گے اوراگربعض لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تو جماعت کوچھوڑنے والا فقط فضیلت کا تارک ہوگا،اس لیے کہ بعض صحابہ کرام کا جماعت میں شامل نہ ہونا مروی ہےاوردوترویحوں کے درمیان ایک ترویحے کی مقداربیٹھنا مستحب ہے،اہل حرمین کی عادت کے باعث پانچویں ترویحے اوروتر کے درمیان بھی ایک ترویحے کی مقداربیٹھنا مستحسن ہے،بعض علمانے پانچ سلام کے بعد استراحت کومستحسن جانا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔صاحبِ قدوری کا قول اس جانب اشارہ کررہا ہے کہ تراویح کا وقت وتر سے پہلے ہےاوریہ عام مشائخ کرام کا قول ہے۔اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح کا وقت نمازعشا کے بعدرات کی انتہا تک ہے،خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعدمیں،کیوں کہ تراویح نوافل ہیں،جوعشا کے بعدمقرر ہوئی ہےاوراس میں قرأت کی مقدار کا ذکرمنقول نہیں، اکثر مشائخ کرام کا مذہب یہ ہے تراویح میں ایک مرتبہ قرآن عظیم کا ختم کرنا سنت ہے،قوم کی سستی کی وجہ سے اسے ترک نہیں کیا جائے گا،برخلاف تشہد کے بعدکی دعاؤں کے،ان کوترک کیا جاسکتا ہے کیوں کہ وہ سنت نہیں ہیں۔وتر غیررمضان میں جماعت سے نہ پڑھا جائے اس پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

فصل(۳)

علامہ علاؤالدین حصکفی الدرالمختار باب الوتر والنوافل میں لکھتے ہیں:

ہرسنت نفل ہےاس کا برعکس نہیں۔نیزآپ فرماتے ہیں مردوزن دونوں کے لیےتراویح سنت موکدہ ہے کیوں کہ خلفائے راشدین نے اس پرمواظبت اختیارکی۔اصح مذہب میں اس کا وقت نمازِعشا کے بعدطلوع فجرتک ہے۔خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعدمیں۔اگرتراویح کی بعض رکعتیں فوت ہوگئیں اورامام وتر کے لیے کھڑا ہوگیا تو نمازی امام کے ساتھ وتر پڑھے،پھرفوت شدہ

تراویح ادا کرے، تراویح میں ایک تہائی رات یا نصف لیل تک تاخیر مستحب ہے، اصح مذہب میں نصف لیل کے بعد اس کو ادا کرنا مکروہ نہیں ہے، اگر تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی اور نہ تنہا قضا کی جائے گی۔ اگر کسی نے اس کی قضا کی تو وہ تراویح نہ ہوگی بلکہ مغرب اور عشا کی سنتوں کی مانند نفل و مستحب شمار ہوگی۔ اصح مذہب میں تراویح کی جماعت سنتِ کفایہ ہے، اگر اہل مسجد نے اس کو ترک کر دیا تو سب گنہگار ہوں گے اور بعض نے ترک کیا تو کوئی گنہگار نہیں ہوگا۔ امام حلبی کہتے ہیں جو نماز جماعت سے مشروع ہوئی ہے تو اسے مسجد میں ادا کرنا مستحب ہے۔

تراویح دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہیں اور بیس رکعت کی حکمت مُکَمِّلُ اور مُکَمَّلُ کا مساوی ہونا ہے (مُکَمِّلُ سے مراد نماز تراویح اور مُکَمَّلُ سے فرائض و وتر مراد ہیں کیوں کہ دن رات میں سترہ رکعت فرض اور تین رکعت وتر مل کر بیس رکعت ہو گئے لہٰذا تراویح اور فرض و وتر تعداد میں یکساں ہو گئے) اگر کسی نے ایک سلام سے بیس رکعت تراویح ادا کی اور ہر شفعہ پر قعدہ کیا تو اس کی تراویح کراہت کے ساتھ صحیح ہو گئیں اور اگر ہر شفعہ پر قعدہ نہیں کیا تو اس کی کل تراویح ایک شفعہ کے قائم مقام ہوئیں یہی قول مفتی بہ ہے۔ ہر چار رکعت پر ایک ترویحے کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے اور اس طرح پانچویں ترویحے اور وتر کے درمیان بھی بقدر ترویحہ استراحت کرنا مندوب ہے۔ اس جلسہ استراحت میں لوگوں کو اختیار ہے خواہ تسبیح پڑھیں یا قرأت کریں یا خاموش رہیں یا تنہا نماز پڑھے، ہاں ہر دو رکعت ترویحے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے۔ قوم کے تساہل کی بنا پر ختم قرآن ترک نہ کیا جائے، لیکن اس اختیار ختم قرآن میں ہمارے زمانے میں بہتر یہ ہے کہ اس قدر تلاوت کرے جو لوگوں پر گراں نہ ہو، صاحب تنویر الابصار وغیرہ نے اس مقدار کو ثابت رکھا۔

مجتبیٰ میں امام کے بارے میں ہے کہ اگر اس نے تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت فرض نماز میں پڑھی تو اس نے بہت اچھا، کیا تو آپ نماز تراویح کے متعلق (مقدار تلاوت) کیا گمان ہے۔ امام

زاہدی کی کتاب ''فضائل رمضان'' میں ہے کہ ابوالفضل کرمانی اور الوبری نے اس بات پر فتوی دیا ہے کہ اگر کسی نے نماز تراویح میں ایک یا دو آیتیں تلاوت کیں تو اس میں کوئی کراہت نہیں اور جو شخص اپنے زمانے والوں سے ناواقف ہے تو وہ جاہل ہے۔

امام اور مقتدی ہر شفعہ میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد کے بعد (دعا وغیرہ) پڑھیں الا یہ کہ مقتدی ملول ہوں تو امام درود پڑھے اور صرف **اللھم صل علی محمد** پر اکتفا کرے اس لیے کہ درود امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فرض ہے، دعاؤں کو امام ترک کرسکتا ہے نیز منکرات سے پرہیز کرے یعنی جلدی جلدی قرأت کرنا تعوذ وتسمیہ وطمانیت تسبیح واستراحت کو ترک نہ کرے۔

تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے کیوں کہ اس کی زیادہ تاکید ہے حتی کہ یہ بات کہی گئی کہ قیام پر قدرت ہونے کی حالت میں بیٹھ کر تراویح درست نہ ہوگی جیسا کہ امام کے رکوع میں پہنچنے تک قیام میں تاخیر کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ اس میں منافقین کے ساتھ تشبّہ ہے۔ اگر لوگوں نے عشا کے فرض میں جماعت کو چھوڑ دیا تو وہ تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں کیوں کہ تراویح فرض کے تابع ہے اور جس نے فرض کو تنہا پڑھا تو وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے۔ اگر کسی شخص نے تراویح امام کے پیچھے نہیں پڑھی یا کسی دیگر امام کی اقتدا میں پڑھی تو وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے۔ اب یہ مسئلہ باقی رہا کہ اگر سب لوگوں نے تراویح کو ترک کر دیا یعنی امام اور مقتدی سب نے نماز تراویح نہیں پڑھی تو کیا یہ سب لوگ وتر کو جماعت سے پڑھ سکتے ہیں تو اس سلسلے میں اقوال علما کی طرف مراجعت کیجیے۔

ماہِ رمضان کے سوا کسی مہینے میں وتر جماعت سے نہ پڑھے جائیں اور نہ نفلی نماز جماعت سے ادا کی جائے یعنی ان کی جماعت بر سبیل تداعی ہو تو مکروہ ہے بایں طور کہ چار لوگ ایک کی اقتدا کریں لیکن صحت اقتدا میں کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ کوئی چیز مانع صحت نہیں۔

اشباہ میں بزازیہ سے نقل ہے کہ صلوۃِ رغائب اور نماز برأت وقدر میں باجماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر کسی نے نذر مانی کہ یہ نمازیں اس امام کی اقتدا میں جماعت سے پڑھوں گا تو کوئی حرج نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امامت کے تعلق سے بزازیہ کی عبارت کا تتمہ یہ ہے کہ امر مکروہ کے لیے اس قدر تکلف کرنا مناسب نہیں۔تاتارخانیہ میں ہے اگر اس امام نے امامت کی نیت نہیں کی تو امام کی نماز میں کوئی کراہت نہیں۔اس کو محفوظ کرلو۔

فصل (۴)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

نماز تراویح ماہ رمضان کی راتوں میں اصلاً سنت ہے کیوں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھی پھر امت پر شفقت کی بنا پر اسے ترک کر دیا کہ کہیں سب پر لازم نہ ہو جائے یا لوگ کہیں اسے واجب نہ سمجھنے لگیں اور حضرت عمر کا تراویح کے متعلق یہ فرمانا کہ ’’یہ کیا خوب بدعت ہے‘‘، آپ کا یہ قول یا تو از سرنو اسے دوبارہ زندہ کرنے کے اعتبار سے ہے یا اس قول کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اسے پہلے انفرادی طور پر ادا کرتے تھے اب اجتماعی طور پر ادا کرنے لگے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’تم لوگوں پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے‘‘۔ پھر آپ ﷺ نے اقتدا میں حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق اعظم کی تخصیص فرمائی کہ ’’میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتدا کرو‘‘، ان دونوں حدیثوں میں روافض کا رد بلیغ ہے۔

فصل (۵)

عارف باللہ قطب ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب ’’المیزان‘‘ میں صلوٰۃ النفل کے باب میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے کہ ماہ رمضان میں نماز تراویح بیس رکعت ہیں اور تراویح کی جماعت افضل ہے جب کہ امام مالک سے ایک روایت ہے کہ تراویح کی چھتیس رکعت ہیں اور اسے گھر میں ادا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے آپ فرماتے ہیں ’’جو شخص جس طرح امام کے ساتھ تراویح پڑھنے پر قادر ہے ٹھیک اسی طرح اسے گھر میں ادائیگی پر قدرت ہے تو اسے گھر میں نماز تراویح ادا کرنا بہتر ہے‘‘۔

پہلی صورت میں من حیث الامر جماعت سے تراویح پڑھنے میں شدت ہے اور من حیث العدد تخفیف ہے، لہٰذا اس امر نے ترازو کے دونوں پلڑوں کی طرف رجوع کیا۔ پہلی صورت یعنی جماعت سے پڑھنا یہ کمزور ضعیف لوگوں کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ تراویح میں جماعت ان کے واسطے رحمت ہے، اس لیے کہ ان کے اندر بیس رکعتوں میں تنہا بارگاہِ الٰہی میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں ہے، لہٰذا ان کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھیں اور اس وقوف میں اگر امام کی اقتدا نہیں کریں تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ خود کو بیت اللہ سے دور کر کے بارگاہ الٰہی سے نکل جائیں گے۔ برخلاف جب کہ اسے جماعت سے ادا کیا جائے (تو بیت اللہ سے دوری نہیں ہوگی) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ان اکابرین کی حالت کی رعایت کی گئی ہے جو منفرد طور پر بارگاہِ رب العزت میں کھڑے ہونے پر قادر ہے اور ان کو اپنے نفس پر اس بات کا خوف بھی ہو کہ مسجد میں لوگوں کی موجودگی میں ریا کا شائبہ پیدا ہو جائے گا۔

فصل (۶)

''حسب المفتی'' کی انتالیسویں فصل میں ہے:

اگر کسی نے ایک مسجد میں ایک ہی رات میں دو مرتبہ تراویح ادا کی تو یہ مکروہ ہے اور اگر دو مسجدوں میں ادا کی تو اس میں کوئی کراہت نہیں، جب کہ وہ امام نہ ہو، ہاں اگر اس نے ایک مسجد میں امامت کی پھر دوسری مسجد میں جا کر کسی دوسرے کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھی تو یہ جائز ہے۔ اگر کسی نے نماز تراویح نماز عشا سے پہلے پڑھی تو صحیح قول یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے نماز تراویح وتر کے بعد پڑھی تو صحیح قول کی رُو سے یہ جائز ہے تراویح کی بیس رکعتیں سنت ہیں کیوں کہ یہ بات صحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی فرمائی اور کبھی فرضیت کے اندیشے کی بنا پر اسے ترک بھی کیا اور یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ حضور نے تہجد پر اضافہ نہیں کیا (تراویح نہیں پڑھی صرف تہجد کی نماز پڑھی) لیکن پہلی بات صحیح ہے، ابن شیبہ جو ثقہ راوی ہیں علمائے مدینہ کے سردار ہیں، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پر مواظبت فرمائی اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اختتام تک بیس رکعت ہی رہیں پھر لوگوں نے بیس پر سولہ رکعتوں کا اور اضافہ کرلیا۔

نمازی تراویح میں بقدر مغرب قرأت کرے اور یہ بھی کہا گیا تراویح کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے، یہی صحیح قول ہے اس لیے کہ تراویح میں ایک ختم قرآن سنت ہے، پورے مہینے میں تراویح کی چھ سو رکعتیں ہوتی ہیں اور پورے قرآن میں چھ ہزار سے زائد آیتیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تراویح میں اتنی قرأت کرنا چاہیے جس سے قوم میں تنفر نہ پیدا ہو۔ تراویح میں بچے کی امامت ایک قول کے مطابق جائز ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچے کی امامت درست نہیں اور یہی مختار مذہب ہے، اس لیے کہ بچے کی نفل نماز بالغ کی نفل سے کمتر ہے کیوں کہ بچے پر نفل کو فاسد کرنے کے سبب قضا لازم نہیں، لیکن بالغ پر اس کی قضا لازم ہے۔ بغیر عذر کے نماز تراویح بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ (کراہت کے ساتھ) بیٹھ کر نماز تراویح جائز ہے۔

فصل (۷)

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحلبی ''**ملتقی الابحر**'' میں لکھتے ہیں:

ماہ رمضان مبارک کی ہر رات میں عشا کے بعد وتر سے قبل دس سلام کے ساتھ بیس رکعت تراویح ادا کرنا سنت موکدہ ہے اور ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت جلسۂ استراحت ہو اور تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، جس کو کسل قوم کی بنا پر ترک نہیں کرنا چاہیے۔ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر تراویح پڑھنا مکروہ ہے، صرف رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ تراویح کے سوا تمام سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں۔

فصل (۸)

علامہ عینی عنایہ میں فرماتے ہیں:

تراویح کی اصل وہ روایت ہے جس میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینے میں رات کو حجرے سے نکلے اور لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔

عنایہ میں یہ بھی ہے کہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے تک تنہا تراویح پڑھتے

تھے پھر کچھ عرصے تک رکے رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ سب کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کر دیں لہٰذا آپ نے ان کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع فرمایا۔ حضرت ابی بن کعب ان کو پانچ ترویحہ پڑھاتے تھے اور ہر دو ترویحوں کے درمیان آپ بیٹھتے تھے۔

نیز عنایہ میں ہے کہ تراویح کی کل بیس رکعتیں ہیں یہ تعداد ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک ہے۔ امام مالک کے نزدیک تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں اور وہ اس موقف میں حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتدا کرتے ہیں لیکن ہماری روایت صحابہ و تابعین میں مشہور و معروف ہے اور جو روایت امام مالک نے بیان کی وہ مشہور نہیں یا ان کی بیان کردہ روایت اس پر محمول ہے کہ حضرت عمر و علی ہر ترویحہ کے درمیان چار رکعتیں تنہا پڑھتے تھے جیسا کہ اہل مدینہ کا موقف ہے اور اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان طواف کرتے اور یہ طریقہ ایک ہفتہ تک رہا۔ تمام اہل شہر کو اختیار تھا خواہ وہ ترویحے کے بعد تسبیح و تحلیل کریں یا خاموش انتظار کریں۔

فصل (۹)

''جامع الرموز شرح مختصر الوقایہ'' میں ہے:

صحیح مذہب میں مرد و زن دونوں کے لیے تراویح سنت موکدہ ہے اور اس کے سنت ہونے پر صحابہ اور ان کے بعد سلف امت کا اتفاق ہے، اس کا منکر گمراہ و بدعتی ہے، جس کی گواہی مردود ہے، اسی طرح مضمرات میں مذکور ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے رمضان کے قیام کو سنت قرار دیا، لہٰذا تراویح سنت الٰہی اور اللہ کی پسندیدہ چیز ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ چار راتیں تراویح ادا فرمائیں جیسا کہ بخاری میں مروی ہے صرف حضور نے امت پر فرضیت کے اندیشے کے پیش نظر تراویح پر مداومت کو ترک کیا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر کے عہد خلافت تک صحابہ تنہا تراویح ادا کرتے پھر کچھ عرصے تک لوگوں نے اسے نہیں پڑھا حضرت عمر نے ان سب کو ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع کیا اور اس پر کسی نے نکیر نہیں فرمائی۔

تراویح ترویحے کی جمع ہے ترویحہ کے معنی ایک مرتبہ راحت پہنچانا اس کے بعد بیس رکعت میں سے چار رکعت کو استراحت کی وجہ سے ترویحہ کہا جانے لگا۔ یا ترویحہ اس سبب کہا جاتا ہے کہ اس

کے بعد راحت و آرام ملتا ہے جیسا کہ فقہا نے فرمایا یا ترویحہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نفس ترویحہ راحت کا سبب بنتا ہے کیوں کہ اس سے شیطانی وسوسے نفسانی خیالات دور ہو جاتے ہیں۔ صاحب مختصر القدوری نے تعداد تراویح بیس رکعت کا ذکر نہیں کیا کیوں کہ یہ مسلمانوں کے درمیان مشہور ہے۔

محیط میں ہے کہ تراویح کے بعد بغیر جماعت کے سولہ رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب کہ امام تراویح پڑھا رہا تھا تو وہ شخص پہلے نماز عشا پڑھے، پھر امام کی اقتدا کرے اور اصح مذہب یہ ہے کہ سنتوں کو چھوڑ دے۔ ایسا ہی زاہدی میں مذکور ہے۔

تراویح کا وقت طلوع فجر تک باقی رہتا ہے۔ ماتن کا قول ''بعدہ'' اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ (یعنی تراویح کا وقت) وتر کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے، غروب شمس کے بعد تراویح کا وقت نہیں جیسا کہ بعض ائمہ بخاریٰ نے کہا اور نہ ہی تراویح عشا اور وتر کے مابین مختص ہے جیسا کہ اکثر علما کہتے ہیں اور یہ ہی بات صحیح ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ لیکن مضمرات میں ہے کہ پہلا قول صحیح اور مختار ہے یعنی تراویح کا وقت عشا اور وتر کے مابین ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی نے تراویح نماز عشا سے پہلے پڑھ لی تو اس کی تراویح نہیں ہوئیں، افضل یہ ہے کہ رات کے اکثر حصے میں نماز تراویح محیط ہو اگر چہ بعض لوگوں نے تخفیف کو اختیار کرتے ہوئے تراویح رات کے آخری حصے تک مؤخر کیا اور یہ طریقہ بھی مکروہ نہیں جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، لہٰذا ہر رکعت میں بقدر دس آیتیں تلاوت کی جائیں اس لیے کہ تراویح کی کل چھ سو رکعتیں ہوتی ہیں اور آیات قرآنیہ چھ ہزار ہیں، کرمانی میں یہی منقول ہے، لہٰذا لوگوں نے مصاحف قرآن میں دس آیتوں پر علامتیں مقرر کر دیں۔ اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ ہر رکعت کی قرأت میں تعدیل کرنا افضل ہے، دو رکعت میں سے پہلی والی میں طویل قرأت نہ کی جائے، مگر امام محمد کے نزدیک (تعدیل نہ کرنا بھی جائز ہے)۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بیس آیتوں سے لے کر تیس آیتیں قرأت کی جائیں، دو مرتبہ ختم قرآن کرنا فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے۔ ختم

قرآن قوم کی سستی و کاہلی کے باعث نہ چھوڑا جائے، ختم کو سستی و کاہلی یا کسی اور سبب کی بنا پر ترک کیا تو یہ مذموم حرکت ہے اور وہ سبب یہ ہے اس کو بوجھ سمجھنا، حالانکہ اسے بوجھ نہیں جاننا چاہیے تھا، ایسا ہی مفردات میں مذکور ہے۔ ماتن نے فعل کی نسبت ختم قرآن کی طرف کی اس میں یہ اشارہ ہے کہ گرانی کے باعث دعاؤں کو ترک کر دے خواہ مقتدی ایک ہو یا زیادہ یہ بھی جائز ہے۔ ہر ترویحے کے لیے دو امام ہوں لیکن ایسا کرنا عام مشائخ کرام کے نزدیک مکروہ ہے، ہر ترویحے کے لیے ایک امام ہونا مناسب ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ ماتن کا کلام اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تراویح کو جماعت سے ادا کیا جائے کیوں کہ یہ سنت ہے اور اس کے وجوب کا قول بھی کیا گیا ایسا ہی خزانہ میں مذکور ہے۔ اکثر علما کی رائے ہے کہ تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ''جو شخص امام کی اقتدا میں نمازِ تراویح پر قادر ہے اگر وہ بغیر جماعت کے گھر پر تراویح پڑھنے پر بھی قدرت رکھتا ہے تو میرے نزدیک اس کا گھر میں تراویح پڑھنا پسندیدہ ہے''۔ جماعت ایک مزید فضیلت ہے۔

تراویح کا سنت ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کی قضا نہ ہو، یہ بھی کہا گیا کہ جب تک کہ دوسری تراویح کا وقت داخل نہیں ہوا اس کی قضا ہو سکتی ہے اور ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کہ دوسرا رمضان نہیں آیا تراویح کی قضا کی جائے گی، لیکن پہلا قول صحیح ہے کیوں کہ تراویح مرتبے میں عشا کی سنتوں سے کمتر ہے اور عشا کی سنتوں کی قضا نہیں کی جاتی، ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے۔

فصل (۱۰)

الیاس زادہ ''شرح مختصر القدوری'' میں لکھتے ہیں کہ:

رمضان کے مہینے میں عشا کے بعد لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے، امام انہیں وتر سے پہلے یا بعد میں بیس رکعت تراویح کے پانچ ترویحہ پڑھائے، ہر ترویحے کے بعد چار رکعات کی مقدار بیٹھے۔ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد لوگوں کے آرام پہنچانے کے لیے بیٹھنا ترویحہ کہلاتا ہے۔ تراویح کی اصل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان میں حجرے سے نکلے اور آپ نے لوگوں کو بیس رکعت

نماز پڑھائی ،لوگ دوسری رات جمع ہوئے تو حضور تشریف لائے اوران کو نماز پڑھائی جب تیسری رات آئی تو لوگ کثیر ہو گئے لیکن حضور تشریف نہیں لائے صبح کو آپ نے فرمایا مجھے تمہارے جمع ہونے کا علم تھا لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ منفرد اس نماز کو پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے ان کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کرنے کے متعلق سوچا، پھر آپ نے ابی ابن کعب کی اقتدا میں سب کو جمع فرمایا حضرت ابی ابن کعب ان کو پانچ ترویحے نماز پڑھاتے اور ہر دو ترویحوں کے دوران بیٹھتے تھے۔ اہل مکہ کا موقف یہ ہے کہ وہ ہر دو ترویحوں کے درمیان طواف کرتے تھے۔ ہر شہر کے باشندوں کو اختیار ہے کہ وہ ترویحے کے بعد خواہ تسبیح وتہلیل میں مشغول رہیں یا خاموش رہ کر اگلے ترویحے کا انتظار کریں۔

مشائخ کرام کا وقتِ تراویح میں اختلاف ہے، بلخ کے مشائخ کی ایک جماعت نے کہا پوری رات تراویح کا وقت ہے خواہ نماز عشا سے پہلے یا بعد میں پڑھی جائے یا وتر سے پہلے یا بعد میں ادا کی جائے۔ لیکن بخاریٰ کے مشائخ کرام کہتے ہیں تراویح کا وقت بعد نمازِ عشا قبل وتر ہے، اگر کسی نے تراویح عشا سے پہلے یا وتر کے بعد پڑھی تو اس نے تراویح کو اس کے وقت پر ادا نہیں کیا۔ جمہور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ تراویح کا وقت نماز عشا کے بعد طلوع فجر تک ہے خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعد میں، لیکن نماز عشا سے پہلے نہ ہو۔

اکثر فقہا کے نزدیک تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے، اگر جملہ اہل مسجد نے جماعت ترک کر دی تو سب خطا کے مرتکب ہوئے اور اگر بعض نے جماعت قائم کی تو جماعت میں نہ شامل ہونے والا صرف فضیلت کا تارک ہوگا، مخطی نہیں، امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ جو شخص گھر میں نماز تراویح پڑھ سکتا ہے جیسا کہ امام کی اقتدا پر اسے قدرت ہے تو ایسے شخص کو گھر میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کہتے ہیں تراویح انفرادی طور پر پڑھنا افضل ہے۔ نماز تراویح مرد وزن دونوں کے واسطے سنت ہے، بعض رافضیوں نے کہا صرف مردوں کے لیے سنت ہے۔ امام مالک نے کہا کہ تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں، تراویح میں ایک

مرتبہ قرآن ختم کرنا مسنون ہے کہا گیا ہے کہ اتنی قرأت کرے جتنی نماز مغرب میں کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اتنی قرأت کرے جتنی عشا میں کرتا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے کیوں کہ اس طرح ایک مرتبہ ختم قرآن ہو جائے گا، اس لیے کل تراویح کی رکعتیں چھ سو ہیں اور آیات قرآن بھی چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ کافی میں ہے کہ رمضان کی ستائیسویں شب میں ختم قرآن کیا جائے اسی شب کے متعلق کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ یہی رات شب قدر ہے تراویح میں دو مرتبہ ختم قرآن کرنا باعث فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے اور یہی مجتہدین کی عادت شریفہ تھی کہ ہر دس راتوں میں ایک مرتبہ ختم قرآن کرلیا کرتے تھے، امام اعظم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ماہ رمضان مبارک میں اکسٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم فرماتے تھے تیس مرتبہ رات میں اور تیس مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ تراویح میں۔

قوم کی سستی و کاہلی کے سبب ختم قرآن کو ترک نہ کیا جائے۔ محیط میں ہے جب کسی نے ایک مرتبہ ختم قرآن کرلیا پھر وہ پورے مہینے تراویح نہ پڑھے تو یہ بغیر کراہت اس کے لیے جائز ہے کیوں کہ تراویح فی نفسہا مشروع نہیں ہوتیں بلکہ وہ ختم قرآن کی غرض سے مشروع ہوئیں۔ اور ختم قرآن ہو چکا (لیکن یہ مذہب مختار نہیں ہے) اور جب امام کو علم ہو کہ دعاؤں کا پڑھنا جماعت پہ گراں گزر رہا ہے تو وہ اسے ترک کردے لیکن درود کو ترک نہ کرے، اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک فرض ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ درود کو ترک نہ کیا جائے۔ یہی ''خلاصہ'' میں مذکور ہے۔ کافی میں ہے کہ جب امام کو قوم کے بوجھل ہونے کا علم ہو تو تشہد کے بعد درود و استغفار نہ پڑھے۔ رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہ کی جائے۔ ماہِ رمضان میں وتر کی جماعت افضل ہے۔ مُغنی میں ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر میں اقتدا کرنا جائز ہے، مصنف نے اس کو نوازل میں ذکر کیا ہے۔ مختصر القدوری میں ہے کہ غیر رمضان میں وتر میں اقتدا کرنا جائز نہیں اور کہا گیا ہے کہ عدم جواز کے معنی کراہت کے ہیں اصلاً عدم جواز مراد نہیں۔ رمضان کے سوا کوئی نفلی نماز جماعت سے ادا نہ کی جائے۔ شمس الائمہ سے منقول ہے نماز نفل کی جماعت بر سبیل تداعی ہو تو مکروہ ہے۔ اگر کسی ایک نے دوسرے کی اقتدا کی یا دو لوگوں نے کسی تیسرے شخص

کی اقتدا میں نفلی نماز پڑھی تو کوئی کراہت نہیں، اگر تین لوگوں نے ایک شخص کی اقتدا کی تو یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اگر چار لوگوں نے کسی کی اقتدا میں نفلی نماز پڑھی تو یہ باتفاق مکروہ ہے۔

فصل (۱۱)

شرح منية المصلی المعروف بہ صغیری میں ہے کہ

نوافل نافلہ کی جمع ہے لغت میں اضافہ وزیادتی کو نفل کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں ہر اس عبادت کو نفل کہتے ہیں جو فرض و واجب نہ ہو، لہٰذا نفل سنت، مستحب اور غیر وقتی نفلی نماز کو شامل ہے، تراویح سنت مؤکدہ ہے، جو ترویحہ کی جمع ہے ہر چار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت کی وجہ سے اس کو تراویح کہتے ہیں، صحیح قول یہ ہے کہ تراویح سنت ہے کیوں کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت کی اور حضور نبی کریم ﷺ نے ترک مواظبت میں عذر بیان کیا، نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض قرار دیے اور میں نے اس میں قیام اللیل کو سنت کیا ہے۔ تراویح کو جماعت سے قائم کرنا سنت ہے، امام ابو یوسف سے منقول ہے اگر تمام سنتوں کی رعایت کے ساتھ تراویح کو گھر میں ادا کرنا ممکن ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے، لیکن اگر کوئی فقیہ ہے جس کی اقتدا کی جاتی ہے تو اس کے لیے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے، اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح کی جماعت افضل ہے، یہی جمہور علما کا موقف ہے۔ لیکن اس کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے اگر سب اہل محلّہ نے جماعت چھوڑ کر گھر میں تراویح پڑھی تو ان سب نے سنت کو چھوڑ دیا اور انھوں نے اس میں خطا کی۔ اور اگر تراویح کی جماعت قائم کی گئی اور کسی شخص نے جماعت چھوڑ کر گھر میں پڑھی تو اس نے فضیلتِ جماعت کو ترک کیا ہے، نہ کہ سنت کو تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔ ماتن کے قول ”من افراد الناس“ میں اس جانب اشارہ ہے کہ مقتدیٰ لوگوں کو جماعت چھوڑنا مناسب نہیں اگر کسی نے تراویح گھر میں جماعت سے پڑھی تو انھیں جماعت کا ثواب ملے گا، لیکن وہ جماعت کی وہ فضیلت نہیں پائیں گے جو مسجد میں حاصل ہوتی، اس لیے کہ مسجد میں ادا کرنے سے فضیلت مسجد اور شعار اسلام کے اظہار کی وجہ سے ثواب زیادہ ہے۔ یہی

حال فرض نمازوں کا ہے اگر لوگوں نے فرض نماز گھر میں جماعت سے اس ہیئت پر پڑھی جیسے مسجد میں ہوتی ہے تو انہوں نے جماعت کی فضیلت پالی اور ستائیس گنا ثواب ہے، لیکن انہوں نے اس جماعت کی فضیلت کو نہیں پایا جو مسجد میں واقع ہوتی ہے، حاصل کلام یہ ہے ہر وہ عبادت جو جماعت کے ساتھ مسجد میں مشروع ہوتی ہے۔ اسے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ ماتن کا قول ’’وقتہ‘‘ یعنی تراویح کا وقت۔ اس کو ماتن نے افضلیت کے اعتبار سے ذکر کیا ہے یا پھر نفل مذکور عشا کے بعد خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعد میں، یہی مختار مذہب ہے، اس لیے کہ تراویح نفل نماز ہے، جو عشا کی سنتوں کے تابع ہو کر عشا کے بعد مشروع ہوئی ہے اور ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تراویح کا وقت پوری رات ہے اگر چہ عشا سے پہلے ہو۔ کہا گیا ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے، وتر کے بعد جائز نہیں لیکن صحیح قول پہلا والا ہے۔

شرح منية المصلی میں ہے کہ ’’**الملتقط**‘‘ میں مذکور ہے کہ تراویح میں اس قدر قرأت کی جائے جس سے قوم میں تنفر پیدا نہ ہو بعض علما نے کہا جتنی مغرب میں قرأت ہوتی ہے، وہی تراویح میں کی جائے کیوں کہ مغرب کی نماز اخف الفرائض ہے، بعض فقہا نے کہا جس قدر عشا میں قرأت ہوتی ہے وہی تراویح میں کرے کیوں کہ تراویح عشا کے تابع ہے۔ فتاویٰ میں بعض فقہا سے نقل ہے کہ نمازی ہر رکعت میں تیس آیتیں تلاوت کرے تاکہ تین مرتبہ ختم قرآن واقع ہو اور بعض علما نے کہا اور یہی قول بروایت حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے، یہی صحیح مذہب ہے کیوں کہ اس میں تخفیف ہے اور اس سے ایک مرتبہ ختم قرآن کی سنت کا حصول ہوتا ہے، اس لیے کہ جملہ رکعات تراویح چھ سو ہیں اور قرآن کی کل آیات چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ کسلِ قوم کی بنا پر ختم قرآن کو ترک نہ کیا جائے اگر امام محلّہ ختم قرآن کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ اس ذمہ داری کو دوسرے کے سپرد کر دے۔ اگر کسی نے تراویح بیٹھ کر بلا عذر پڑھی تو ایک قول کے مطابق اس کی تراویح درست نہیں ہوئی، مگر صحیح قول یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

نفل نماز بر سبیل تداعی سوائے نماز تراویح، نماز کسوف اور نماز استسقا کے مکروہ ہے، اس سے یہ

بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صلوۃ الرغائب، صلوۃ البرأۃ اور صلوۃ القدر جماعت سے مکروہ ہے، جس کی صراحت امام بزازی وغیرہ نے فرمائی اور اس میں وارد شدہ احادیث موضوع ہیں جیسا کہ ابن جوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کی شرح میں بیان کیا ہے۔

فصل (۱۲)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی معروف بہ کبیری میں ہے:

نوافل نافلۃ کی جمع ہے۔ نافلۃ لغۃً زیادتی کو کہتے ہیں اور اصطلاحاً اس عبادت کو کہا جاتا ہے جو فرض وواجب نہ ہو پس یہ عبادت فرض ولازمی عبادت پر اضافہ ہے، لہٰذا سنت موکدہ، مستحب اور غیر وقتی نفلی عبادات کو شامل ہے۔ تراویح سنت موکدہ ہے جو ترویحہ کی جمع ہے۔ غالبًا قیام رمضان میں ہر چار رکعت کے بعد آرام کی غرض سے بیٹھنے کی وجہ سے اس کا نام ترویحہ رکھا گیا اور وہ سنت مؤکدہ ہے۔ بروایت حسن بن زیاد امام اعظم سے منقول ہے کہ تراویح ایسی سنت ہے جس کا ترک جائز نہیں۔ صدر شہید نے کہا کہ یہ صحیح ہے، ''جوامع الفقہ'' میں ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح ''فتاویٰ'' وغیرہ میں ہے۔ علامہ برہان الدین مرغینانی نے ہدایہ میں فرمایا کہ تراویح سنت موکدہ ہے کیوں کہ اس پر خلفائے راشدین نے ہمیشگی فرمائی اور حضور نے ترکِ مواظبت کا عذر بیان کیا۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے اس سلسلے میں فرمایا غالبًا تمام خلفائے راشدین نے اس کو ادا نہیں کیا بلکہ حضرت عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم نے تراویح ادا کی اس لیے ظاہراً منقول ہے کہ اس کی ابتدا حضرت عمر نے کی جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ مسجد کی جانب گیا، تو ہم نے متفرق طور پر لوگوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا تو کوئی جماعت سے پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر نے کہا میری رائے یہ ہے کہ کاش یہ سب ایک امام کی اقتدا میں جمع ہو جائیں تو بہت بہتر ہوگا، پھر حضرت عمر نے ارادہ کیا اور ان کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع فرمایا پھر میں دوسری رات (حضرت) عمر کی معیت میں گیا، تو لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا ''یہ بدعت کیا ہی عمدہ ہے''۔ جس نماز کے لیے لوگ سوتے ہیں یہ تراویح اس سے افضل

ہے۔حضرت عمر کی اس سے آخر اللیل کی نماز مراد تھی کیوں کہ لوگ تراویح کو اول اللیل میں ادا کرتے تھے۔اس روایت کو اصحاب سنن نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔نیز حضور نے فرمایا تم پر میری اور میرے بعد خلفائے راشدین ومہدیین کی اتباعِ سنت لازم ہے۔اس روایت کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کردیے ہیں اور میں نے قیام رمضان کو تم پر سنت کیا ہے، لہٰذا جس نے بحالت ایمان خلوص کے ساتھ روزے رکھے اور نماز پڑھی تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسا کہ اس کی والدہ نے اسے ابھی جنا ہے۔اس کو امام نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور حضور نے ترک تراویح کا عذر اندیشہ فرضیت بیان کیا۔صحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے آپ کی اقتدا کی پھر اگلے دن آپ نے نماز پڑھائی تو لوگ زیادہ ہوگئے اور تیسرے دن کثیر لوگ جمع ہوئے لیکن حضور ان کی طرف تشریف نہیں لے گئے۔صبح کو حضور نے فرمایا جو تم نے کل کیا میں نے دیکھا میں فقط اس لیے نہیں گیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں یہ سارا ماجرا رمضان میں واقع ہوا۔

تراویح کی جماعت قائم کرنا سنت ہے، امام طحاوی نے اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ذکر کیا ہے۔امام ابویوسف سے مروی ہے اگر قرأت وغیرہ کی سنت کی رعایت کے ساتھ تراویح گھر میں پڑھنا ممکن ہو تو اسے گھر میں پڑھنا چاہیے جیسا کہ ''مبسوط'' میں ہے کہ یہی امام مالک کا قول ہے اور امام شافعی کا قدیم اور ربیعہ کا موقف ہے اور یہی افضل ہے،اسی کی مانند''جوامع الفقہ'' میں امام ابویوسف سے ہے،مگر یہ کہ وہ نمازی فقہا میں سے ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے تو اس کے جماعت میں حاضر ہونے سے لوگوں میں رغبت پیدا ہوگی، لہٰذا وہ گھر میں نمازِ تراویح نہ پڑھے اگرچہ نفلی نماز گھر میں پڑھنے کی افضلیت میں احادیث گزر چکی ہیں،عیسیٰ ابن ابان، امام مزنی، ابن عبدالحکم اور ابن حنبل نے کہا کہ جماعتِ تراویح افضل ہے اور عام علما میں بھی یہی مشہور ہے۔صاحب مبسوط نے فرمایا کہ یہی قول اصح اور قابل اعتماد ہے۔علی بن موسیٰ القمی نے تراویح کے

متعلق اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اصحاب شوافع کا رد کیا ہے۔ جماعتِ تراویح پر صحابہ کے اجماع کے متعلق ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ بظاہر ان کی سند یہ ہے کہ کچھ راتیں صحابہ نے حضور کی اقتدا کی اور حضور نبی کریم علیہ السلام نے مواظبت کو خوف فرضیت کی بنا پر ترک کیا، اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا آپ ﷺ اس طرح مسلسل نماز تراویح پڑھاتے رہتے اور جب حضور کے وصال سے یہ اندیشہ دور ہو گیا تو مانع جماعت بھی ختم ہو گیا اور اس کی تائید وہ حدیث کر رہی ہے جو جبیر بن نفیر نے حضرت ابوذر غفاری سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزہ رکھا۔ آپ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی جب ماہ رمضان کی سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے ہمارے ساتھ قیام اللیل فرمایا حتی کہ تہائی رات گزر گئی پھر چھٹی شب آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔ پانچویں شب نصف شب تک آپ نے نماز پڑھائی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش آپ اس رات کے بچے ہوئے حصے میں بھی نماز پڑھاتے تو آپ نے فرمایا جو امام کے ساتھ نماز پڑھ کے واپس جاتا ہے، تو اس کے لیے پوری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے پھر حضور علیہ السلام نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی جب رمضان مبارک کی تین راتیں باقی رہ گئیں تو حضور نے تیسری شب ہمیں نماز پڑھائی اور اپنی ازواج واہل کو بلا کر ہمارے ساتھ تقریباً پوری رات قیام اللیل فرمایا یہاں تک کہ ہمیں سحری کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اس روایت کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کیا اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور نے بر سبیل تداعی تراویح کی نماز پڑھائی۔ پس تراویح دیگر نفل نمازوں کے مثل نہیں۔ حضور ﷺ کا عدم مواظبت عذر کی بنا پر تھا جب کہ تراویح کی جماعت مشروع ہو گئی تو وہ انفرادی طور پر ادا کرنے سے افضل ہے۔ مگر تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے اگر سب اہل محلّہ نے اسے ترک کر دیا اور اپنے گھروں میں ادا کی تو سب نے سنت کو چھوڑ کر برا کیا اور اگر کچھ لوگوں نے تراویح کی جماعت قائم اور کوئی شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنے گھر میں تراویح پڑھی تو اس نے فضیلت جماعت کو ترک کیا سنت کو نہیں، مبسوط میں ہے اگر کسی انسان نے گھر میں تراویح پڑھی تو وہ گنہگار

نہیں ہوگا کیوں کہ ابن عمر، سالم، القاسم، ابراہیم اورنافع وغیرہ رضی اللہ عنہم نے تراویح گھر میں پڑھی تو ان حضرات کا یہ فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسجد میں جماعت تراویح سنت علی الکفایہ ہے، اس لیے کہ ابن عمراوران کے مذکورہ ساتھیوں کے متعلق ترک سنت کا گمان نہیں کیا جا سکتا، یہی مذہب درست ہے۔

ماتن کے قول ''من افراد الناس'' سے اس طرف اشارہ ہے کہ جماعتِ تراویح ترک کرنے والا کوئی مقتدیٰ شخص نہ ہو کیوں کہ مقتدیٰ کو ترک جماعت مناسب نہیں۔ قاضی خان وغیرہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ رہے ابن عمر اور وہ حضرات جن کا ابھی ذکر کیا گیا مقتدیٰ نہیں تھے کیوں کہ ان کے زمانے میں علم وفضل میں ان سے مقدم لوگ موجود تھے اور وہ حضرت عمر وعثمان وعلی ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھ لی تو انہیں جماعت کا اجر وثواب مل گیا، لیکن وہ اس جماعت کی فضیلت سے محروم رہے جو مسجد میں ادا کی جاتی کیوں کہ مسجد کی جماعت میں مزید فضیلت اور جماعت کی کثرت ہے نیز شعار اسلام کا اظہار ہے۔ یہی حالت فرض نمازوں کی ہے اگر کچھ لوگوں نے مسجد میں جماعت کی ہیئت پر گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لی تو انہوں نے جماعت کی فضیلت حاصل کر لی اور وہ ستائیس گنا ثواب ہے لیکن وہ اس جماعت کی فضیلت کو نہیں پا سکے جو مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو مسجد میں مشروع ہوئی ہے اسے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے کیوں کہ مسجد میں جماعت ادا کرنے میں شرف مکان کی فضیلت، شعائر اسلام کا اظہار، سواد اعظم میں اضافے کا باعث ہونا اور دلوں میں محبت پیدا کرنا (جیسے مصالح) شامل ہیں۔ اس قید کے ساتھ ان دو جماعتوں کو مقید کرنا مناسب نہیں جو تکمیل سنن وآداب میں یکساں ہوں، اگر گھر کی جماعت زیادہ مکمل ہو بایں طور کہ مسجد کا امام کسی سنت کی ادائیگی میں مخل ہے اور گھر کی جماعت میں وہ سنت پائی جا رہی ہے تو گھر کی جماعت افضل ہے پھر کیا حال ہوگا جب مسجد کا امام بعض واجبات میں مخل ہوا اور یہ کثیر ائمہ کے زمانے میں واقع ہوا، واللہ المستعان۔

ماتن کے قول ''وقتہ'' میں مذکر کی ضمیر عمل تراویح یا نفل مذکور کے اعتبار سے ہے۔ مشائخ کرام کا

تراویح کے وقت میں بھی اختلاف ہے، کہا گیا پوری رات تراویح کا وقت ہے، خواہ عشا سے پہلے یا بعد میں ہو، چاہے قبلِ وتر یا بعدِ وتر ہو کیوں کہ تراویح قیام اللیل کا نام ہے اور قیام اللیل کے لیے پوری رات ہے، یہ امام اسماعیل زاہدی اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے اگر کسی نے عشا سے قبل تراویح پڑھی تو جائز نہیں اور اگر کسی نے وتر کے بعد ادا کی تو بھی جائز نہیں کیوں کہ صحابہ کے عمل سے تراویح پہچانی گئی ہے اور صحابہ اسے اسی وقت ادا کرتے تھے، یہ بخاریٰ کے مشائخ کا قول ہے۔ قاضی امام ابوعلی نفسی نے کہا کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا کے بعد ہے خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعد میں، یہی مختار مذہب ہے کیوں کہ تراویح نفل ہے جو صحابہ کے قول سے عشا کے بعد مقرر ہوئی اور اسی طرح حضور علیہ السلام کا عمل منقول ہے، لہٰذا تراویح عشا کی سنتوں کے مانند عشا کے تابع ہوئیں اور صحابہ کا تراویح کو وتر سے قبل پڑھنا بعد وتر عدم جواز کے لیے مفید نہیں، اسی احتمال کی بنا پر کہ جس شخص کو وتر کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اس کے لیے مطلقاً وتر میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور وتر کو رات کی آخری نماز بنانا بھی مستحب ہے لہٰذا تراویح کا وتر کے بعد پڑھنا جائز ہے جیسا کہ تراویح کے علاوہ وتر کے بعد قیام اللیل جائز ہے۔

تراویح کو تہائی رات یا نصف شب تک موخر کرنا مستحب ہے جیسا کہ نماز عشا کا حال ہے۔ نصف شب کے بعد تراویح کی ادائیگی میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ نصف شب کے بعد تراویح ادا کرنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ نماز عشا کے تابع ہے صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ رات کی نماز ہے اور رات کی نماز میں آخری شب افضل ہے۔ عشا کے پہلے اسے ادا کرنا جائز نہیں کیوں کہ یہ عشا کے تابع ہے۔

اگر کسی نے ایک امام کے پیچھے عشا کی نماز ادا کی اور دوسرے امام کی اقتدا میں تراویح پڑھی پھر اسے معلوم ہوا کہ امام اول نے عشا کی نماز بغیر وضو کے پڑھائی یا کسی اور طریقے سے اسے عشا کی نماز کا فاسد ہونا معلوم ہوا تو وہ فساد نماز کی وجہ نماز عشا کا اعادہ کرے گا، جس طرح وہ عشا کی سنتوں کو دوبارہ پڑھے گا اس طرح تراویح کا بھی اعادہ کرے گا کیوں کہ وہ نماز عشا کے تابع ہے۔

''ملتقط'' میں ہے کہ تراویح میں امام اس مقدار میں قرأت کرے جس سے قوم میں تنفر پیدا نہ ہو بعض علمانے کہا اتنی قرأت کرے جتنی مغرب میں کرتا ہے کیوں کہ نفلی نماز فرض سے اخف ہے، لہٰذا اخف الفرائض کا اعتبار کیا جائے گا اور اخف الفرائض مغرب ہے۔ قاضی خان نے فرمایا کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس مقدار سے حصول ختم قرآن نہیں ہوگا اور تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے یہی صدر الشہید نے فرمایا ہے۔ بعض فقہا کہتے ہیں کہ بقدر عشا قرأت کرے کیوں کہ تراویح عشا کے تابع ہے۔ فتاویٰ میں بعض علما سے منقول ہے کہ ہر رکعت میں تیس آیتیں پڑھے تا کہ مہینے میں تین مرتبہ ختم قرآن ہو سکے۔ یہی معنی فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں ہے اور یہی قاضی امام محسن مروزی کا قول ہے۔ اس لیے کہ مہینے کا ہر عشرہ ایک فضیلت کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ مہینے کا عشرۂ اول رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی ہے۔

امام بیہقی نے ابو عثمان نہدی سے سنداً بیان کیا کہ حضرت عمر نے تین قاریوں کو بلایا اور ان سے قرأت سنی تو ان میں سب سے تیز پڑھنے والے نے ایک رکعت میں تیس آیتیں پڑھی اور درمیانی تلاوت کرنے والے نے پچیس آیتیں تلاوت کیں اور سست تلاوت کرنے والے نے بیس آیتیں کیں۔

قاضی خان اور دیگر بعض علمانے فرمایا کہ بروایت حسن بن زیاد امام اعظم ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ امام ایک رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے۔ یہ مذہب درست ہے اور اس مقدار میں لوگوں کے واسطے تخفیف ہے اور اس سے ایک مرتبہ ختم قرآن کی سنت بھی ادا ہو جائے گی۔ اس لیے کہ تیس راتوں میں تراویح کی کل رکعتیں چھ سو ہوئیں اور قرآن عظیم کی کل آیتیں چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں اور جب وہ ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے گا تو ختم قرآن ہو جائے گا۔ دو مرتبہ ختم قرآن کرنا افضل ہے۔ امام وغیرہ کے لیے مناسب ہے کہ جب وہ تراویح کی نماز پڑھ لے تو گھر لوٹ کر بیس رکعتوں میں ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے تا کہ اسے دو مرتبہ ختم قرآن کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

ہدایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ختم قرآن سنت ہے، قوم کی سستی و کاہلی کے باعث اسے ترک نہ کیا جائے۔ شیخ کمال الدین ابن ھمام کہتے ہیں کہ ماتن کا قول **ولا یترک لکسل القوم** یہ ختم قرآن کے مطلوب ہونے کی تاکید ہے اور یہ لوگوں پر تخفیف ہے، تطویل نہیں جیسا کہ نہایہ میں اس کی صراحت ہے اور اگر امام مسجد ختم قرآن کی اہلیت نہیں رکھتا تو یہ ذمہ داری کسی اور کے سپرد کر دے۔

اگر تراویح کو کسی نے بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھا تو یہ درست نہیں اور تراویح سنت فجر کے مثل نہیں، صحیح یہ ہے تراویح بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے برخلاف سنت فجر کے لیکن بغیر عذر ایسا کرنا بہتر نہیں۔

نفل کی جماعت بر سبیل تداعی مکروہ ہے، سوائے نماز تراویح، نماز کسوف اور نماز استسقا کے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صلوۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعے کو پڑھی جاتی ہے، نصف شعبان کی صلوۃ البرأۃ، ستائیس رمضان مبارک کو نماز قدر جماعت سے بدعت مکروہ ہے۔

فصل (۱۳)

فاضل اجل محمد بن محمد بن محمد المعروف بابن امیر الحاج الحلبی اپنی تصنیف **جلیة المجلی و بغیة المهتدی شرح منیة المصلی و غنیة المبتدی** میں لکھتے ہیں کہ:

وہ نماز جو ماہ رمضان کی راتوں میں خاص ہے نماز تراویح ہے جو مرد و زن دونوں کے لیے سنت ہے تراویح **ترویحة** کی جمع ہے دراصل یہ بمعنی استراحت مصدر ہے ہر چار رکعت کے بعد استراحت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کا نام ترویحہ رکھا گیا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ اس نماز میں قیام کو طویل کرتے ہیں، لہٰذا ہر چار رکعت کے درمیان جلسۂ استراحت کو لازم کرنے کی وجہ سے پوری نماز کو تراویح کہا جانے لگا۔ اور یہ اس لیے کے لوگ قیام میں طوالت کرتے تھے، تو یہ مقرر ہوا کہ اس کو دو سلام کے ساتھ پڑھیں پھر امام اور مقتدی استراحت کے لیے بیٹھیں اور بعد میں آنے والا اپنے چھوٹی ہوئی رکعتیں پوری کر لے۔ یہ ایسے ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ ان کی رکعتیں پوری ہو جائیں پھر اس کو تراویح کہنے لگے کیوں کہ ان رکعتوں کے درمیان جلسۂ استراحت ہوتا ہے۔ اب مسئلہ یہ رہا کہ تراویح مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا منفرد گھر

میں پڑھنا؟ تو اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے جس کو عنقریب ذکر کیا جائے گا، تراویح سنتِ حسنہ ہے جس کو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے لیے سنت قرار دیا اور ہمیں اس کی جانب راغب کیا کچھ راتیں آپ نے خود تراویح ادا کرنے کے بعد امت پر فرض ہو جانے کے اندیشے کے باعث ترک کر دیا جیسا کہ صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے۔ پھر حضرت عمر کے عہد خلافت میں اس پر مداومت ہوئی اور حضرت علی نے اس کی موافقت کی اور عامۂ صحابہ کرام نے اس کی موافقت فرمائی جیسا کہ سنن میں وارد ہوا پھر بلانکیر اس وقت سے تا ایں دم لوگ اس پر قائم ہیں اور ایسا کیوں نہیں ہوتا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’اے لوگو! تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے، تم ان سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو‘‘۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حافظ ابونعیم نے فرمایا کہ یہ حدیث شامیین کی روایت کردہ صحیح احادیث میں جید حدیث ہے۔ ابونعیم نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کچھ نئی چیزیں ظہور پذیر ہوں گی، ان چیزوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ وہ چیز محبوب ہوگی جس کو عمر نے ایجاد کیا لہٰذا تم اس کو لازم پکڑنا۔

حسن بن زیادہ نے امام اعظم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ماہِ رمضان میں قیام اللیل سنت ہے اس کو ترک کرنا مناسب نہیں۔

اختیار میں مذکور ہے کہ اسد بن عمرو نے ابو یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے امام اعظم سے تراویح اور حضرت عمر کے اس فعل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت موکدہ ہے اور حضرت عمر نے خود اس کو اپنی جانب سے ایجاد نہیں کیا اور نہ ہی آپ اس مسئلے میں بدعتی ہیں، آپ نے اس کے قیام کا حکم اس اصل کی بنا پر دیا جو آپ کے پاس عہد رسالت سے ثابت ہے۔ بہت سے فقہا نے تراویح کی سنت ہونے پر اجماع بیان کیا ہے۔ اختلاف فقط تراویح کی رکعتوں میں واقع ہوا لہٰذا جمہور اہل علم (جن میں ہمارے اصحاب اور امام شافعی اور امام حنبل بھی ہیں) کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ امام مالک کے نزدیک اس کی چھتیس رکعتیں ہیں اور

وہ اہل مدینہ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں کیوں کہ یہ حضرات چھتیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ جمہور علما کی دلیل وہ حدیث ہے جو موٴطا میں یزید بن رومان سے مروی ہے کہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ امام بیہقی نے سائب بن یزید سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ ہم عمر بن الخطاب کے عہد میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور آج مشرق ومغرب میں اسی پر عمل ہے لیکن ہمارے شیخ علیہ الرحمہ کے افادات میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دلیل اس بات کی متقاضی ہے کہ بیس رکعت تراویح میں فقط وہی رکعتیں سنت ہوں جن کو نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمایا اور پھر ہمارے اوپر فرضیت کے خوف کے باعث اسے ترک کر دیا اور باقی رکعتیں مستحب ہوں اور یہ بات ثابت ہے کہ حضور نے وتر کو شامل کر کے گیارہ رکعتیں پڑھیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ سے بیان کردہ حدیث ماتن کے قول **ثم الافضل فی صلوۃ اللیل والنہار اربع رکعات** کی شرح میں بیان کی گئی، لہٰذا ہمارے مشائخ کرام کے اصول کے مطابق آٹھ رکعت تراویح سنت ہے اور بارہ رکعت مستحب ہے اور تین رکعت ان کے نزدیک وتر ہیں جو اس حدیث سے مستفید ہوتا ہے۔ اگر عذر نہ ہوتا تو حضور اسی سنت پر مواظبت فرماتے یہاں اگرچہ عذر موجود ہے لیکن اس سے ہمیں یہ مستفاد ہوتا ہے جو حضور سے واقع ہوا اسی پر آپ مواظبت فرمایا کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ وتر کے ساتھ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اور جو حضور ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ماہِ رمضان وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھیں تو یہ حدیث کی صحیح حدیث کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف السند بھی ہے۔ صاحب مذہب علما نے ان تمام بیس رکعتوں پر اجماع بیان کیا ہے، لہٰذا اس سے عدول مناسب نہیں، اہل مدینہ کا جو چھتیس رکعت پر عمل ہے تو اس کی وجہ یہ ہے اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان طواف کرتے اور دو رکعت نفل طواف کے بعد پڑھتے تھے اور پانچویں ترویحہ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے تو اہل مدینہ نے ان کے مساوی ہونے کا ارادہ کیا، لہٰذا انہوں نے ہر طواف کے قائم مقام چار رکعتوں کو کر دیا اس طرح انھوں نے سولہ رکعتوں کا اضافہ کر لیا، ایسا ہی ہمارے مشائخ کرام نے ذکر کیا، امام نووی

اور ابن قدامہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اتباع و پیروی کے زیادہ لائق ہے۔
اگر تو سوال کرے کہ تراویح کی بیس رکعت تعداد مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ حدیث صحیح کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان اس عدد سے کم پر مواظبت فرمائی۔
تو اس کا جواب میں یہ دوں گا کہ بیس رکعت تراویح اس لیے مقرر کی گئی ہیں کہ سنتیں واجبات کی تکمیل کے لیے مشروع ہوئی ہیں جیسا کہ ہمارے مشائخ کرام نے صراحت فرمائی ہے جب کہ منثورات میں وتر کے ساتھ کل فرائض بیس رکعت ہیں تو تراویح بھی بیس رکعت مشروع ہوئیں تاکہ مُکَمِّل اور مکمَّلُ میں مساوات واقع ہو سکے۔
۸۴۸ ہجری میں ملک مصر میں احقر کو بعض اہل علم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ گفتگو کے دوران فضلائے کرام کی محفل میں سوال مذکور پیش کیا، ان میں سے کسی نے جواب دینے کی جرأت نہیں کی پھر انہیں کچھ دن کی مہلت دی گئی پھر بھی ان میں سے کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس سوال کا جواب مجھ پر ظاہر ہوا، مَیں نے بالفور اس کا جواب پیش کیا تو اس شخص نے اس جواب کو پسند کیا اور اتنی جلدی جواب دینے کو عظیم جانا پھر اس نے بتایا کہ خیال اسے لاحق ہوا لیکن وہ اس کا جواب نہ پا سکا پھر مَیں نے بعض کتابوں میں اس جواب کے مثل پایا، لیکن اس میں میرے جواب میں مذکورہ کی علت نہیں تھی۔
تراویح کی جماعت قائم کرنا سنت کفایہ ہے اگر سب اہل محلّہ نے جماعت کو ترک کر دیا تو انہوں نے سنت کو ترک کر دیا اور اس کے ترک میں وہ خطا کے مرتکب ہوئے اور اگر کسی شخص نے جماعت ترک کی اور گھر میں نماز پڑھ لی تو اس نے صرف فضیلت جماعت کو ترک کیا۔
شرح: اگر مسجد میں تراویح جماعت سے ہوئی اور کچھ لوگوں نے جماعت سے تراویح نہیں پڑھی تو وہ فقط تارک فضیلت ہیں خطا کار نہیں، جیسا کہ وہ سنتیں جو بر سبیل کفایہ ہوں، بعض لوگ اسے ادا کر لیں اور بعض اسے چھوڑ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ ان سنتوں کے مشروعیت کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ''ذخیرہ'' میں یہ اکثر مشائخ کرام کا قول ذکر کیا گیا۔ الکافی میں جمہور علما، المحیط میں

علامہ رضی الدین نے قاضی خان اور صاحب الھدایہ نیز صاحب الکافی نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے اور ان حضرات نے اس کی دلیل یہ پیش کی کہ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ وہ تراویح کی جماعت میں شامل نہیں ہوئے، امام طحاوی ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ماہِ رمضان میں امام کی اقتدا میں نماز تراویح نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے عرض کیا کہ رمضان کے مہینے میں مَیں امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا اپنے گھر میں نماز پڑھ۔ حضرت عروۃ سے مروی ہے کہ وہ ماہ رمضان میں لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھر تشریف لے جاتے اور لوگوں کے ساتھ قیام اللیل نہیں کرتے۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ نے کہا میں نے قاسم، سالم اور نافع کو دیکھا کہ رمضان میں وہ مسجد سے گھر واپس آتے، لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے صرف دو سورتیں یاد ہوں جن کو میں نماز میں بار بار پڑھوں تو ایسا کرنا رمضان المبارک میں امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اور ان ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مجھے فقط ایک ہی سورت یاد ہو تو اس کا بار بار پڑھنا رمضان میں امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بہ نسبت زیادہ محبوب ہے۔

اس میں کوئی خفا نہیں کہ ان مشائخ کرام کا ظاہر کلام اس بات پر دلالت کرر ہا ہے کہ یہ حضرات اس کے قائل ہیں کہ تراویح کی جماعت مسجد میں قائم کرنا مطلقاً افضل ہے اور ان کا قول **فقد ترک الفضیلة** اس کی صراحت کرر ہا ہے، ترک جماعت میں خطا واسائت اس وقت ہے جب کہ سب لوگ اسے ترک کر دیں جب کہ بعض لوگوں نے اسے ادا کیا اور بعض نے ترک کر دیا تو اس میں کوئی اساءت وخطا نہیں۔ ان حضرات سلف کا جماعت کو چھوڑنا اس شق ثانی پر دال ہے۔

اس تخلف جماعت سے ان فقہا کے استدلال کا مقصد یہ نہیں کہ بعض سلف نے عدم جماعت کو اس وجہ سے اختیار کیا کہ عدم جماعت افضل ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے اس کی صراحت کی اور کبھی عدم جماعت کی افضلیت پر بایں طور استدلال کیا گیا کہ بعض لوگوں کے لیے ترک جماعت میں

اساءت کا نہ ہونا، اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس سے عدم جماعت کے افضل ہونے پر استدلال کیا جائے اور اس سے مانوس ہو کر امام طحاوی نے کہا کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ رمضان مبارک میں آدمی کا تنہا نماز پڑھنا امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں افضل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ ''فرض نماز کے علاوہ آدمی کی گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے''، ہم عنقریب اس اشکال کا جواب بیان کریں گے۔

پہلی شق (تراویح باجماعت) پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے صحابہ کرام کی موجودگی میں تراویح کی جماعت قائم کی اور صحابہ کرام نے حضرت عمر کی حیات میں اور وصال کے بعد بھی اسے قائم رکھا، لہٰذا جماعت تراویح وہ سنت ہوئی جس کو زندہ رکھنا ہر محلے میں اہل مسجد سے مطلوب ہے۔ اگر سب لوگوں نے عملاً اس سنت کے احیا سے روگردانی کی تو وہ خطا کے مرتکب ہوں گے کیوں کہ ان کا اعراض سنت کو مٹانے کے مترادف ہے اور جب بعض حضرات نے جماعت تراویح قائم کی اور بعض نے ترک کی تو اس میں سنت کا مٹانا نہیں پایا گیا۔ اور امام طحاوی کی دلیل (انہوں نے منفرد نماز تراویح کو جماعت سے افضل ہونے پر اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرض نمازوں کے علاوہ آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے) کا جواب یہ ہے کہ قیام رمضان اس سے مستثنیٰ ہے کیوں کہ خود نبی کریم علیہ السلام نے تراویح کچھ راتیں مسجد میں ادا کیں اور اس کو ترک کرنے کا یہ عذر بیان کیا کہ اُمت پر اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اندیشۂ فرضیت رفع ہو گیا پھر خلفائے راشدین نے اسے قائم کیا کیوں کہ رسول اکرم ﷺ عمل مفضول کو اختیار نہیں فرماتے اور صحابہ اس عمل مفضول پر اتفاق نہیں کرتے (یعنی اگر جماعت تراویح انفرادی طور نماز پڑھنے کی بہ نسبت مفضول ہوتی اور تنہا نماز پڑھنا افضل ہوتا تو آنحضرت ﷺ افضل طریقہ کو اختیار کرتے حالانکہ حضور ﷺ نے جماعت تراویح کو اختیار فرمایا جو اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے) بعض صحابہ کرام و تابعین کا تراویح باجماعت ادا نہ کرنے کو یا تو عذر پر محمول کیا جائے اور یہ تاویل بہتر ہے اور جس کو عذر پر محمول کیا جا سکے تو غایت درجہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ منفرد نماز پڑھنا ان کے اجتہاد کی رُو سے افضل تھا اور ان کا اجتہاد صحابہ کرام کے جم غفیر

کے اجماع و اتفاق کے معارض ہے، لہٰذا صحابہ کا اتفاق ان کے اجتہاد پر مقدم ہوگا اور ان بعض صحابہ و تابعین کی رائے مرجوح قرار پائے گی۔

''ذخیرہ'' وغیرہ کتب میں مشائخ کرام کے کچھ دیگر اقوال مذکور ہیں:

قولِ اوّل- بعض مشائخ کرام نے فرمایا منفرد تراویح پڑھنے والا تارک سنت اور خطا کار ہے۔ ظہیر الدین مرغینانی کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اس مذہب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جس قدر بھی تراویح پڑھی، وہ جماعت سے ہی پڑھی بعض صحابہ کرام سے بھی یہی موقف منقول ہے۔

قولِ ثانی- ''نوادر'' میں ہے کہ ہشام کہتے ہیں: میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ رمضان کے مہینے میں قیام لیل مسجد میں بہتر ہے یا گھر میں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اگر نمازی مقتدیٰ شخص ہے تو میرے نزدیک اس کا مسجد میں نماز پڑھنا پسندیدہ ہے۔ ابو سلیمان کہتے ہیں کہ محمد بن حسن شیبانی لوگوں کے ساتھ مسجد میں تراویح پڑھتے، پھر وتر ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور ایسا ہی ابو مطیع، خلف، شداد، ابراہیم ابن یوسف کیا کرتے تھے اور یہ موقف امام طحاوی نے اپنی ''مختصر'' میں اختیار کیا، آپ نے اس میں لکھا کہ ''تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے اگر مصلی جید عالم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے تو وہ مسجد میں پڑھے کیوں کہ اس کا مسجد میں حاضر ہونا دوسروں کے لیے ترغیب کا باعث ہے اور اس کے مسجد میں حاضر نہ ہونا جماعت کے قلیل ہونے کا سبب ہے تو اس مقتدیٰ شخص کے لیے گھر میں نماز تراویح پڑھنا مستحب نہیں بلکہ اس کا مسجد میں حاضر ہونا مستحب ہے''۔

قولِ ثالث- علما نے اس مسئلے میں امام طحاوی سے اختلاف کیا۔ امام طحاوی معلّٰی سے وہ امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص رمضان میں اپنے گھر میں اس طرح نماز پڑھ سکتا ہے جیسا کہ امام کی اقتدا میں، تو میرے نزدیک اس کا گھر میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالک سے بھی اسی کے مثل منقول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ماتن نے کہا کہ ''امام مالک سے اسی کے مثل منقول ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک کے الفاظ ''مدوّنہ'' میں یہ ہیں کہ ''ماہِ رمضان میں

گھر میں قیام لیل کرنا میرے نزدیک اس شخص کے لیے پسندیدہ ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو‘‘۔
ابن شاش وغیرہ نے کہا کہ ’’گھر میں نمازِ تراویح پڑھنا اس صورت میں صحیح ہے جب کہ اس سے مساجد معطل نہ ہوں‘‘۔

قولِ رابع- کتب شافعیہ میں ہے جو شخص تراویح کی حفاظت کرے اور سستی سے مامون رہے اور اس کی عدم موجودگی مسجد کی جماعت کے تعطل کا سبب نہ ہو تو اس کا منفرد نماز پڑھنا افضل ہے ورنہ جماعت افضل ہے۔

یہ اس مسئلے کی تفصیل ہے غور وفکر کے لیے اس سے زائد تفصیل کی گنجائش نہیں تو جو اس مسئلے پر واقفیت کا قصد کرے تو اسے اس تفصیل کا بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہیے۔

متن - اگر گھر میں کچھ لوگوں نے تراویح با جماعت ادا کی تو مسجد میں جماعت سے پڑھنے کی فضیلت انہیں حاصل نہیں ہوئی۔**شرح**: صحیح مذہب یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت علیحدہ ہے اور مسجد میں جماعت کی فضیلت علیحدہ ہے، جس نے گھر میں جماعت سے تراویح ادا کی اس نے جماعت سے پڑھنے کی فضیلت پالی، لیکن ایک دوسری زائد فضیلت ترک کردی۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں گھر میں باجماعت تراویح قائم کرنا افضل ہے۔

متن - یہی حال فرض نمازوں کا ہے **شرح**: اگر کچھ لوگ فرض نمازیں گھر میں جماعت سے ادا کریں تو انہیں جماعت سے ادائیگی کا ثواب ملے گا، لیکن وہ ثواب نہیں مل سکا جو مسجد میں ادائیگی سے ملتا۔ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو کبھی اپنے گھر والوں کے ساتھ جماعت قائم کرتا ہے، کیا وہ جماعت کا ثواب پائے گا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں ایسا بلا عذر کرنا بدعت مکروہہ ہے۔

متن - وقت تراویح عشا کے بعد ہے قبلِ عشا تراویح جائز نہیں، یہی مختار مذہب ہے اگر کسی شخص نے عشا کی نماز کسی امام کی اقتدا میں پڑھی اور تراویح دوسرے امام کی اقتدا میں ادا کی پھر اسے معلوم ہوا کہ امام نے عشا کی نماز بغیر وضو پڑھادی تو وہ شخص عشا اور تراویح دونوں کا اعادہ کرے گا۔

شرح: معلوم ہونا چاہیے ماتن یہ کہتے تو عمدہ ہوتا کہ تراویح کا وقت نماز عشا کی ادائیگی کے بعد

ہے، یہ مختار مذہب ہے۔ لہٰذا قبل عشا نماز تراویح جائز نہیں، اگر ایک امام نے نماز عشا پڑھائی اور دوسرے نے نماز تراویح، پھر لوگوں کو علم ہوا کہ امام العشا بے وضو تھا تو انھیں عشا اور تراویح دونوں نمازوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

وقت تروایح عشا اور وتر کے مابین ہے اگر اسے عشا سے پہلے یا بعد وتر پڑھا تو تراویح کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے تراویح نہیں ہوئیں کیوں کہ تراویح فعل صحابہ سے جانی گئی لہٰذا تراویح کا وقت بھی وہی ہوا جس میں صحابہ کرام ادا کرتے تھے اور انہوں نے بعد عشا قبل وتر تراویح کو ادا کیا۔ ''خلاصہ'' میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے۔ ''ینابیع'' میں ہے یہ مذہب اصح ہے، قاضی رضی الدین نے ''محیط'' میں فرمایا کہ اس میں جو ضعف ہے وہ پوشیدہ نہیں کیوں کہ گذشتہ تفریع پہلے دونوں اقوال پر بھی متفرع ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے نہ کہ اس تیسری فرع سے واللہ سبحانہ اعلم۔

یہ بعض مشائخ کا قول ہے انہوں نے اور صاحبِ ہدایہ نے اس بات صراحت کی ہے کہ مذہب اصح یہ ہے کہ تراویح کا وقت بعد عشا طلوع فجر تک ہے۔ اگر لوگوں نے وتر کے بعد تراویح پڑھی تو یہ جائز ہے کیوں کہ تراویح دراصل نوافل ہیں اور نوافل بعد عشا ہوتے ہیں، لہٰذا تراویح عشا کے تابع ہے۔ قاضی خان نے اس مذہب کو امام ابوعلی نسفی سے **ھو الصحیح** کے لفظ سے نقل کیا ہے اور اسی مذہب کو ''الاختیار'' اور ''النصاب'' میں نقل فرمایا ہے، صاحب الکافی نے جمہور کی جانب اس مذہب کو منسوب کیا اور امام زاہدی اسے بخاری کے مشائخ کی طرف منسوب کرتے ہیں، لہٰذا ان علما سے نقل میں تعارض پیدا ہوا۔ شاید قاضی خان کا نقل کردہ مذہب اثبت ہو اور ان دونوں قولوں میں مشائخ کرام کی تصحیح میں تعارض ہو، لیکن مذہب ثانی اشبہ ہے۔ یہاں ایک قول اور بھی ہے جس کو قاضی خان اور صاحب الخلاصہ نے شیخ اسماعیل زاہدی سے ائمہ بخاری کی ایک جماعت کے رُوبرو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وقت تراویح پوری رات ہے خواہ عشا سے قبل ہو یا بعد، خواہ وتر سے پہلے ہو یا بعد میں، کیوں کہ تراویح کا نام قیام اللیل رکھا گیا ہے اور قیام لیل کے لیے پوری رات وقت ہے۔

متن - اگر کسی نے بغیر عذر کے بیٹھ کر تراویح پڑھی تو بغیر کراہت جائز ہے۔

شــــرح: بغیر عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے کے غیر مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے کیوں کہ یہ طریقۂ متوارث کے خلاف ہے، ہاں جواز میں اختلاف ہے، سنت فجر پر قیاس کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کا قول کیا گیا، کیوں کہ دونوں سنت مؤکدہ ہیں اور سنت فجر بیٹھ کر بغیر عذر بالاجماع جائز نہیں جیسا کہ بروایت حسن بن زیاد امام اعظم سے منقول ہے اور خلاصہ میں بھی اس کی صراحت ہے تو تراویح بھی بلا عذر بیٹھ کر جائز نہیں۔ بعض فقہا نے کہا کہ تراویح کو سنت پر قیاس کرنا ناقص ہے کیوں کہ تراویح تاکید کی رُو سے فجر سے کمتر ہے، لہٰذا دونوں کے احکام میں مساوات جائز نہیں، قاضی خان نے کہا یہی مذہب صحیح ہے مگر یہ کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے کے مقابلے میں نصف ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔ شاید کراہت کے قائل کی مراد یہ ہے کہ تراویح بیٹھ کر پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

متن – ''الملتقط'' میں ہے امام تراویح میں اس قدر تلاوت کرے جس سے قوم کو اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔

شرح : یعنی جماعت: رضی الدین نے محیط میں اور صاحب الاختیار نے الاختیار میں صراحت کی کہ ہمارے زمانے میں یہی افضل ہے۔ محیط میں کہا کہ لوگوں کی کثرت تطویل قرأت سے افضل ہے شرح زاہدی میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں علمائے متاخرین (قرأتِ تراویح میں) تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پر فتویٰ دیتے تھے تاکہ قوم ملول نہ ہو اور اس سے تعطل تراویح لازم نہ آئے۔ یہ رائے اچھی ہے کیوں کہ حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے سورۃ فاتحہ کے بعد فرض نماز میں تین آیتیں پڑھی اس نے بہتر کیا، یہ فرض نماز میں قرأت ہے تو فرض کے علاوہ میں تیرا کیا گمان ہے؟ ''غایۃ البیان'' میں ''تجنیس'' سے منقول ہے کہ پھر بعض لوگوں نے تراویح کی ہر رکعت میں **قل ھو اللہ احد** پڑھنے کی عادت بنالی اور بعض نے سورۂ فیل سے ختم قرآن تک قرأت کو اختیار کیا یہ طریقہ عمدہ ہے کیوں کہ مصلی پر تعداد رکعات مشتبہ ہونے کا خطرہ نہیں اور اس کا دل تعداد کی حفاظت میں مشغول نہیں ہوگا، لہٰذا اسے غور وفکر کے لیے فراغت رہے گی۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے شہروں میں اکثر مساجد ائمہ کا عمل اسی طریقے پر ہے مگر یہ کہ وہ پہلی رکعت

میں سورۂ تکاثر سے ابتدا کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں اس ترتیب کے مطابق انیسویں رکعت میں ان کی قرأت سورۂ تبت پیدا ہوتی ہے اور بیسویں میں سورۂ اخلاص ہوتی ہے۔ قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اس کے علاوہ بھی دو قول نقل کیے ہیں بعض علما کہتے ہیں تراویح میں اس مقدار میں قرأت کی جائے جتنی نماز مغرب میں کی جاتی ہے اس لیے نفلی نماز فرض کی بہ نسبت اخف ہے، لہٰذا اخف الفرائض میں مغرب کا اعتبار کیا جائے گا۔ قاضی خان نے فرمایا یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس مقدار سے تراویح میں ختم قرآن نہیں ہو سکے گا اور ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے۔ صاحبِ ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی اور اکثر مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے لہٰذا کسل قوم کی بنا پر اسے نہ چھوڑا جائے۔

''مختارات النوازل'' میں ہے کہ کہا گیا کہ ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے اور اس قرأت سے ختم قرآن ہو جائے گا اس لیے پورے مہینے میں تراویح کی کل چھ سو رکعتیں ہیں اور پورے قرآن میں چھ ہزار سے کچھ زائد آیتیں ہیں لہٰذا اسے قوم کی سستی و کاہلی کے باعث نہ چھوڑا جائے، انتہیٰ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو اس عبارت میں ختم قرآن کی مطلوبیت پر تاکید ہے، اور کافی نے اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں صراحت کی کہ یہ مذہب صحیح ہے کیوں کہ اس میں نص پر تخفیف ہے۔ نیم انہوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام محمد بن حسن کی روایت ہے۔

فصل (۱۴)

البحر الرائق شرح کنز الدقائق کے باب الوتر والنوافل میں مذکور ہے:

وتر و نوافل کے فرائض سے مؤخر کرنے کے حسن و عمدگی میں کوئی خفا نہیں، لغت میں وتر شفع کی ضد ہے اَوْتَـــر کے معنی ہیں کہ اس نے وتر کی نماز پڑھی جیسا کہ مغرب میں ہے، وتر ایک مخصوص نماز ہے جس کی عشا کے بعد تین رکعتیں ہیں۔ لغت میں نفل کے معنی مطلقاً زیادتی کے ہیں نفل ایسی عبادت ہے جو ہمارے لیے مشروع ہوئی ہے ہم پر لازم و ضروری نہیں ہے، اس کا اشتقاق ہی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اسی لیے پوتے کو نافلہ کہا جاتا ہے اس لیے کہ حقیقی اولاد پر زیادتی ہے اور

مال غنیمت کو بھی نفل کہتے ہیں کیوں کہ یہ اصل مال پر زائد ہوتا ہے۔

صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں کہ: رمضان مبارک میں دس سلام کے ساتھ جماعت سے بیس رکعت نماز عشاء کے بعد وتر سے پہلے یا بعد میں ادا کرنا مسنون ہے اور ایک مرتبہ قرآن مجید کا ختم کرنا بھی مسنون ہے۔ ہر چار رکعت بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا چاہیے۔ تراویح کا بیان مصنف نے نوافل مطلقہ سے قبل سنن موکدہ کے ساتھ نہیں کیا کیوں کہ اس کے مسائل کی کثرت اور تمام سنتوں اور نفلوں سے اس کا حکم مخصوص ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ تراویح جماعت سے ادا کی جاتی ہے تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ اصل میں استراحت کے معنی میں مصدر ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد استراحت کے لزوم کے باعث اس کا نام ترویحہ رکھا گیا۔ مصنف نے اسے سنت قرار دیا۔ صاحب ہدایہ اور صاحب ظہیریہ نے اسے صحیح فرمایا۔ ''خلاصہ'' میں مذکور ہے کہ مشائخ کرام نے اس کے سنت ہونے میں اختلاف کیا لیکن یہ اختلاف اس روایت سے رفع ہو گیا جس کو امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے کی کہ تراویح سنت ہے۔ الاختیار میں ہے کہ امام ابو یوسف نے امام اعظم سے تراویح اور فعلِ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت موکدہ ہے اسے حضرت عمر نے خود قائم نہیں کیا اور نہ ہی تراویح کے قیام میں مبتدع ہیں انہوں نے اس کے قیام کا حکم ایک اصل کی بنا پر دیا جو ان کے نزدیک ثابت ہے اور حضور ﷺ سے معہود ہے اور امامِ قدوری کا تراویح کو مستحب کہنا اس کے سنت ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ اس کی شرح ہدایہ میں سمجھا یا گیا کہ انہوں نے لوگوں کے تراویح کے لیے لوگوں کے اجتماع کو مستحب کہا ہے لہٰذا ان کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تراویح کے لیے لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے۔ ان کے اس قول میں اس بات کی طرف کوئی رہنمائی نہیں کہ تراویح مستحب ہے جیسا کہ عنایہ اور شرح منیۃ المصلی میں ذکر کیا گیا۔ بہت سے فقہا نے اس کے سنت ہونے پر اجماع بیان کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کو مقرر فرمایا اور ہمیں اس کی طرف راغب کیا نیز خود بھی کچھ راتیں اسے قائم کیا اور اس اندیشے سے اسے چھوڑ دیا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ثابت ہے۔

پھر عہد عمر بن الخطاب میں تراویح پر مواظبت واقع ہوئی اور حضرت علی اور عام صحابہ کرام نے

آپ کی موافقت فرمائی۔ سنن میں ایسا ہی وارد ہے پھر اس وقت سے آج تک لوگوں نے تراویح کو بغیر کسی نکیر کے قائم رکھا اور ایسا کیوں نہیں ہوتا جب کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میری اور خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو ایسا ہی خانیہ اور ظہیریہ میں منقول ہے۔

ماتن کا قول **عشرون رکعةً** تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور علما کا قول ہے۔ مؤطا میں یزید بن رومان سے مروی ہے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تئیس رکعت قیام اللیل فرماتے اور اسی تعداد پر مشرق و مغرب میں عمل درآمد ہے۔ لیکن محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ دلیل اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ بیس رکعت میں فقط وہی رکعتیں سنت ہوں جو حضور نبی کریم علیہ السلام نے پڑھی اور پھر ہمارے اوپر فرضیت کے اندیشے کی وجہ سے ترک فرمائی اور بقیہ رکعتیں مستحب ہوں اور یہ بات صحیحین میں حضرت عائشہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے وتر کے ساتھ گیارہ رکعتیں پڑھیں، لہٰذا مشائخ کرام کے اصول کے مطابق بیس رکعتوں میں آٹھ رکعتیں سنت ہوئیں اور بارہ رکعتیں مستحب۔

امام حلبی نے ذکر کیا کہ بیس رکعت تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سنتیں، واجبات کی تکمیل کے لیے مشروع ہوئی ہیں اور واجبات وتر کے ساتھ بیس ہیں، لہٰذا تراویح بھی بیس رکعت مقرر ہوئیں تا کہ **مُکَمِّلُ** اور **مُکَمَّل** میں مساوات قائم ہو سکے۔ اور بیس رکعت سے یہ مراد ہے کہ بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ ہوں جیسا کہ متوارث ہے اور ماتن کا قول ''**بعد العشاء قبل الوتر بعد الوتر**'' تراویح کے وقت کا بیان ہے۔

وقت تراویح کے متعلق تین قول ہیں۔

پہلا قول: وہ ہے جس کو اسماعیل الزاہد اور بخاریٰ کی ایک جماعت نے اختیار کیا کہ پوری رات تراویح کا وقت ہے، خواہ عشا سے پہلے ہو یا بعد میں اور خواہ وتر سے قبل ہو یا بعد میں، اس لیے کہ تراویح قیام اللیل کا نام ہے میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کی صحت کا قول کیا ہو۔

دوسرا مذہب: بخاریٰ کے عام مشائخ کرام کا ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے اس

کو ''خلاصہ'' میں صحیح اور ''غایۃ البیان'' میں راجح قرار دیا گیا ہے کیوں کہ حدیث اسی طرح وارد ہوئی ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو تراویح اسی وقت پڑھاتے تھے۔

تیسرا مذہب: وہ ہے جس کو مصنف نے اختیار کیا اور صاحب کافی نے اسے جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہدایہ خانیہ، محیط وغیرہ میں اسے صحیح کہا گیا اس لیے کہ تراویح درحقیقت نوافل ہیں اور تراویح نوافل کے بعد ادا ہوتی ہے۔

''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے کہ تراویح کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور تراویح میں اکثر رات کا استیعاب مستحب ہے اگر لوگ اسے نصف شب کے بعد ادا کریں تو صحیح قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اگر تراویح فوت ہو جائیں تو اسے جماعت سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اصلاً قضا نہیں کی جائے گی۔ اگر کسی نے تنہا تراویح کی قضا کی تو وہ نفل شمار ہوگی تراویح نہیں جیسا کہ کسی نے مغرب وعشا کی سنتوں کی قضا کی تو وہ بھی نفل نماز ہوگی۔

ماتن کا قول ''بجماعۃ'' ان کے قول ''یسن'' سے متعلق ہے یعنی تراویح کی جماعت سنت ہے اور اس میں تین مذاہب ہیں پہلا وہ جسے مصنف نے اختیار کیا کہ جماعت سنت ہے جس نے تراویح کو منفرد پڑھا تو اس نے ترک سنت کی وجہ سے بُرا کیا اگرچہ وہ نماز مسجد میں ادا کی گئی اور اس پر ظہیر الدین مرغینانی نے فتویٰ دیا۔ حضور علیہ السلام نے اسے جماعت سے ادا کیا اور اسے ترک کرنے کا عذر بھی بیان کیا۔

دوسرا مذہب وہ ہے جسے امام طحاوی نے اپنی ''مختصر'' میں اختیار کیا، کہ آپ فرماتے ہیں کہ تراویح گھر میں پڑھنا مستحب ہے اگر وہ فقیہ عظیم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے اس کے مسجد میں آنے سے دوسروں کے لیے ترغیب اور نہ آنے سے جماعت قلیل ہو تو اس کے لیے مسجد میں تراویح پڑھنا افضل ہے۔ امام طحاوی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ سوائے فرض نماز کے آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے اور امام ابو یوسف سے بھی یہی روایت مروی ہے جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔

تیسرا مذہب وہ ہے جس کو صاحب المحیط اور صاحب خانیہ نے صحیح قرار دیا اور اس کو امام برہان الدین مرغینانی نے ہدایہ میں اختیار کیا۔ ذخیرہ میں اکثر مشائخ کرام نے یہی قول نقل کیا۔ الکافی

میں ہے کہ جمہور علما کا قول ہے کہ جماعت سے تراویح پڑھنا سنت علی الکفایہ ہے اگر تمام اہل مسجد نے تراویح کی جماعت چھوڑ دی تو سب نے بُرا کیا اور گنہگار ہوئے اور اگر تراویح کی جماعت مسجد میں قائم کی گئی اور بعض افراد نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ تنہا گھر میں پڑھی تو وہ خطا کار نہیں ہیں اس لیے بعض صحابہ کرام سے تخلُفِ جماعت مروی ہے جیسا کہ ابن عمر وغیرہ امام طحاوی کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ قیام رمضان حدیث مذکور سے مستثنیٰ ہے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے مسجد میں ادا کیا پھر خلفائے راشدین نے آپ کے بعد جماعت سے تراویح ادا کی اور حضور مفضول کو اختیار نہیں کرتے نیز صحابہ کرام بھی اس جماعت پر اتفاق نہیں کرتے۔

بعض صحابہ کا ترکِ جماعت یا تو عذر کی بنا پر تھا یا ان کے اجتہاد کی رُو سے یہی افضل تھا اور ان کا اجتہاد اس سے اولیٰ چیز کے معارض ہے اور وہ چیز صحابہ کرام کے جم غفیر کا اتفاق و اجماع ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پہلے اور تیسرے مذہب کی افضلیت پر اتفاق ہے۔ بعض کی جانب سے کلام ترکِ جماعت کے اساءت میں نہیں ہے، مصنف نے جماعت کو مطلق رکھا جماعت کو مسجد کے ساتھ مقید نہیں کیا جیسا کہ کافی میں مذکور ہے صحیح مذہب یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت جدا ہے اور مسجد میں جماعت کی فضیلت جدا ہے۔ لہٰذا گھر میں جماعت سے تراویح پڑھنے والے نے دونوں فضیلتوں میں سے ایک فضیلت کو پا لیا اور دوسری فضیلت کو ترک کر دیا۔

''خلاصہ'' میں ہے کہ دو اماموں نے دو دو رکعت کر کے تراویح پڑھائی تو اس میں علما کا اختلاف ہے صحیح مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب نہیں۔ ہاں اگر ایک ترویحہ ایک امام پڑھائے تو درست ہے۔

اگر کسی نے دو مسجدوں میں نماز تراویح ادا کی اور ہر مسجد میں علی وجہ الکمال پڑھی تو یہ جائز نہیں کیوں کہ یہ مکرر پڑھنا ہے ہاں اگر وہ شخص جو تنہا نماز تراویح پڑھ چکا پھر اس نے امام کی اقتدا کی تو اس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ یہ نفل پڑھنے والے کی اقتدا اس شخص کے پیچھے ہوئی جو سنت پڑھ رہا ہے اگر لوگ تراویح پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھنے کا قصد کریں تو تنہا پڑھیں۔ انتہیٰ

ماتن کا قول الختم مرۃ کا عطف عشرین پر ہے، یہ تراویح میں سنتِ قرأت کا بیان ہے اور اس

مسئلے میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، لہٰذا قوم کی سستی و کاہلی کے سبب اسے ترک نہ کیا جائے اور ختم قرآن ستائیسویں تاریخ میں ہو کیوں کہ اس رات کے متعلق کثرت سے احادیث وارد ہیں کہ یہ شب قدر ہے۔ دو مرتبہ ختم قرآن فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے کہ ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم ہو۔ ایسا ہی الکافی میں مذکور ہے۔ صاحب ہدایہ نے صراحت فرمائی کہ اکثر مشائخ کرام کا موقف یہ ہے کہ ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے۔ ''مختارات النوازل'' میں ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے، یہی صحیح مذہب ہے، اس لیے کہ تراویح میں ختم قرآن سنت ہے اور پورے ماہ میں کل تراویح کی رکعتیں چھ سو ہیں اور قرآن کی کل آیتیں چھ ہزار ہیں خانیہ میں اس مذہب کی صحت پر صراحت ہے۔

ماتن کا قول ''بجلسة'' ''سن'' سے متعلق ہے اور یہ تراویح کے سنت ہونے کا بیان ہے۔ شارح نے جلسے کو مستحب بتایا نہ کہ سنت۔ ''ہدایہ'' میں ہے کہ ہر دو ترویحے اور پانچویں ترویحے اور وتر کے دوران بیٹھنا مستحب ہے۔ بعض حضرات نے پانچ سلاموں کے بعد ترویحہ کو مستحسن جانا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ الکافی میں ہے پانچ سلاموں پر جلسہ استراحت جمہور علما کے نزدیک مکروہ ہے کیوں کہ یہ اہل حرمین کے عمل بر خلاف ہے۔ علما نے کہا کہ حالت جلوس میں لوگوں کا اختیار ہے اگر چاہیں تو تسبیح کریں یا قرآن کی تلاوت کریں اگر چاہیں تو تنہا چار رکعت نماز ادا کریں یا خاموش بیٹھیں رہیں۔ اہل مکہ جلسہ میں سات طواف کرتے تھے پھر دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور اہل مدینہ انفرادی طور پر چار رکعت نماز پڑھتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ماتن اپنے قول **بجلسة** کے بجائے **انتظار بعد کل ترویحة** کہتے تو اولیٰ ہوتا۔

صرف رمضان میں وتر با جماعت ادا کرنا مستحسن ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جیسا کہ ہدایہ میں منقول ہے، افضلیت میں اختلاف ہے، خانیہ میں ہے، صحیح مذہب یہ ہے کہ رمضان میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وتر میں صحابہ کی امامت فرماتے تھے، ہمارے علما نے اس کو بھی پسند کیا کہ وتر گھر میں پڑھے جائیں جماعت سے نہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رمضان میں وتر کو جماعت سے پڑھنے کے لیے جمع نہیں ہوئے، جس طرح وہ تراویح

پڑھنے کے لیے جمع ہوئے کیوں کہ حضرت عمر رمضان میں وتر کی امامت فرماتے اور حضرت ابی بن کعب وتر کی امامت نہیں کرتے۔

فتح القدیر میں پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو جماعت سے وتر کی نماز پڑھائی، پھر اس کی تاخیر کا عذر بیان کیا، لہٰذا وتر تراویح کے مثل ہوئے تو اس کی جماعت بھی تراویح کی مانند سنت ہوئی اگر وتر کو غیر رمضان میں باجماعت پڑھا تو وہ کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔ جیسا کہ غیر رمضان میں نفلی نماز پڑھنا بکراہت درست ہے۔ الکافی میں نفل کی جماعت کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ اگر بر سبیل تداعی ہو تو مکروہ ہے اگر ایک نے کسی دوسرے شخص کی اقتدا کی یا دو شخصوں نے کسی ایک کی اقتدا کی تو مکروہ نہیں اگر تین لوگوں نے کسی کی اقتدا کی تو اس میں اختلاف ہے، اگر چار لوگوں نے کسی کی اقتدا میں نفلی نماز پڑھی تو یہ باتفاق مکروہ ہے۔ ''قــنـيـة'' میں ہے کہ جس نے عشا کی نماز تنہا پڑھی تو اس کے لیے جائز ہے کہ تراویح امام کے ساتھ پڑھے، اگر لوگوں نے نماز عشا کے فرض میں جماعت کو ترک کر دیا تو انہیں تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا اختیار نہیں، اس لیے کہ تراویح عشا کی جماعت کے تابع ہے۔ اگر کسی نے تراویح امام کی اقتدا میں نہیں پڑھی تو اسے وتر جماعت سے پڑھنے کا اختیار رہے۔ اگر کسی نے تراویح کسی دوسرے امام کے پیچھے پڑھی تو وتر وہ اپنے امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی مذہب صحیح ہے۔

فصل (۱۵)

رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

رمضان المبارک میں دس سلاموں سے بیس رکعت تراویح مسنون ہے، ہر دو رکعت پر سلام ہوگا اور امام مالک کے نزدیک تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں۔ ہماری دلیل وہ ہے جس کو امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی یہی طریقہ رہا، لہٰذا بیس رکعتوں پر اجماع ہوگیا۔ تراویح مرد و زن دونوں کے لیے سنتِ رسول ہے، بعض رافضیوں کا

قول ہے کہ تراویح فقط مردوں کے لیے سنت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تراویح حضرت عمر کی سنت ہے۔ وقت تراویح بعد نماز عشا طلوع فجر تک ہے، خواہ وتر سے قبل ہو یا بعد میں، پوری رات تراویح کے وقت کا قول بھی ہے خواہ تراویح عشا سے پہلے ہو یا بعد ہو، عام مشائخ بخاریٰ نے فرمایا کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے اول مذہب اصح ہے۔ تراویح میں تہائی رات تک یا نصف شب تک تاخیر کرنا مستحب ہے، نصف شب کے بعد تاخیر کی کراہت بیان کی گئی، اصح مذہب یہ ہے کہ کراہت نہیں کیوں کہ تراویح صلوۃ الیل کو کہتے ہیں۔ ماتن کے قول ''بـجـمـاعـة'' میں یا ان کے قول ''سَــــن'' سے متعلق ہے۔ تراویح کی جماعت جمہور علما کے نزدیک سنت علی الکفایہ ہے، اگر سب لوگوں نے اسے ترک کر دیا تو وہ خطا کے مرتکب ہوئے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اگر تراویح کا سنت کی رعایتوں کے ساتھ گھر میں ادا کرنا ممکن ہو تو گھر میں پڑھنا افضل ہے مگر یہ کہ مصلی بڑا فقیہ ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہو تو اسے مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور ماتن کے قول ''ختم'' میں جر کے ساتھ ہے جو کہ ''بـجـمـاعـة'' پر عطف ہے یعنی ایک مرتبہ تراویح میں ختم قرآن مسنون ہے بایں طور کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے اس لیے کہ پورے ماہ میں تراویح کی کل رکعتیں چھ سو ہیں، قرآن کی کل آیتیں چھ ہزار سے زائد ہیں، ختم قرآن کسل قوم کی بنا پر ترک نہ کیا جائے، یہ کہا گیا کہ ایک رکعت میں تیس آیتیں تلاوت کرے اس کا حضرت عمر نے حکم دیا اس طریقے سے تین ختم قرآن ہوں گے، بعض علما نے ستائیسویں شب کو ختم قرآن عظیم کے لیے مستحب قرار دیا کہ شب قدر پا لیں اس کے متعلق کثرت سے اخبار وآثار وارد ہوئے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تراویح میں بقدر مغرب قرأت کی جائے اور یہ قول بھی بیان کیا گیا کہ بقدر عشا قرأت کی جائے۔ ماتن کا قول ''بجلسة'' ''سَنّ'' سے متعلق ہے یعنی ہر چار رکعت کے بعد ایک جلسۂ استراحت اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ جلسہ بھی مسنون ہے، لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ جلسۂ استراحت مستحب ہے اور اس کے استحباب کی وجہ یہ ہے کہ اسم تراویح اس کے متعلق خبر دیتا ہے۔ کیوں کہ تراویح استراحت سے ماخوذ ہے پھر نمازیوں کو بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے خواہ تسبیح پڑھیں یا قرأت قرآن میں مشغول رہیں یا چار رکعت تنہا نماز پڑھیں اور اگر چاہیں تو خاموش

بیٹھے رہیں کیوں کہ اہل مکہ سات طواف کرتے اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اور مدینہ والے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ پانچوں ترویحوں کے بعد جلسۂ استراحت جمہور کے نزدیک مکروہ ہے، کیوں کہ یہ اہل حرمین کے عمل کے برخلاف ہے۔ ''**بقدرھا**'' میں با حال کی بنا پر محل نصب میں ہے یعنی ایک ترویحے کے بقدر جلسۂ استراحت ہو امام ماہ رمضان میں جماعت سے وتر پڑھائے اس کی جماعت پر اجماع ہے۔ وتر گھر میں منفرد پڑھنا افضل ہے یہ مختار مذہب ہے۔ ماتن نے اپنے قول ''**فقط**'' سے اس طرف اشارہ کیا کہ غیر رمضان میں وتر جماعت سے جائز نہیں۔ نوازل میں مذکور ہے کہ رمضان کے علاوہ بھی وتر کی جماعت جائز ہے۔

فصل (۱۶)

المستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

رمضان مبارک میں دس سلاموں کے ساتھ بعد نماز عشا قبل اور بعد وتر بیس رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ الجامع الصغیر میں امام نے تراویح کو لفظ ''استحباب'' سے ذکر کیا ہے۔ اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ اسی طرح امام حسن نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا اس کے سنت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے اس پر مواظبت فرمائی اور ترک مواظبت میں حضور علیہ السلام نے اس نماز کی فرضیت عذر بیان کیا، جیسا کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے اوپر فرض نہ کر دی جائے۔ تراویح کا وقت عشا کے بعد وتر سے پہلے اور بعد میں ہے اس لیے کہ درحقیقت تراویح نوافل ہیں جو بعد عشا مقرر ہوئی اس طرح ہدایہ میں مذکور ہے۔ ماتن کے قول **بجماعة** کا تعلق ''**سَنّ**'' سے ہے یعنی تراویح مذکورہ اوصاف کے ساتھ سنت علی الکفایہ ہے کہ جملہ اہل مسجد نے تراویح کی جماعت قائم نہیں کی تو سب خطا کار ٹھہریں گے اور کچھ لوگوں نے تراویح بجماعت ادا کیں اور کچھ نہیں تو جماعت میں شامل نہ ہونے والا فقط تارک فضیلت ہوگا اس لیے کہ بعض صحابہ سے تراویح باجماعت نہ پڑھنا منقول ہے نیز حضرت عمر نے سب لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب کی اقتدا میں جمع کیا۔ ماتن کے قول **الختم مرة** کا عطف **عشرون رکعةً** پر ہے یعنی ایک مرتبہ ختم

قرآن مسنون ہے اس مسئلے میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ہر شفع میں اتنی قرأت کرے جتنی مغرب میں کی جاتی ہے اس لیے کہ نفل فرض سے اخف ہے، لہٰذا اخف الفرائض کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ مغرب ہے، یہ مذہب صحیح نہیں کیوں کہ اس مقدار سے قرآن کریم کا ختم نہیں ہوگا، بعض علما نے کہا اس مقدار میں قرأت کی جائے جتنی عشا میں کی جاتی ہے اس لیے کہ تراویح نماز عشا کے تابع ہے۔ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے یہ صحیح مذہب ہے کیوں کہ اس میں لوگوں کے لیے تخفیف ہوگی اور ایک مرتبہ ختم کی سنت پر بھی عمل ہوگا، اس لیے کہ تیس راتوں میں تراویح کی کل رکعتیں چھ سو ہیں اور آیات قرآنیہ چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں، لہٰذا جب وہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے گا تو اس سے حصول ختم قرآن ہوگا اور عبادت و ریاضت میں کوشاں لوگ رمضان کی ہر دس راتوں میں ختم قرآن کرتے تھے۔ امام اعظم سے منقول ہے کہ آپ ماہ رمضان میں اکسٹھ مرتبہ ختم قرآن فرمایا کرتے تھے۔ تیس مرتبہ دن میں اور تیس مرتبہ رات میں اور ایک مرتبہ تراویح میں۔ جیسا کہ **الکفایۃ** میں مذکور ہے۔ نیز کفایہ میں ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت جلسۂ استراحت مسنون ہے ماتن کے قول **بجلسة بعد کل اربع بقدرها** میں جار مجرور مل کر ان کے قول ''سَنّ'' سے متعلق ہے اس طرح پانچویں ترویحے اور وتر کے دوران بیٹھیں۔ صرف رمضان میں وتر با جماعت پڑھے جائیں یعنی غیر رمضان میں وتر با جماعت نہ پڑھے جائیں۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت افضل ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وتر میں صحابہ کی امامت کرتے تھے۔ فرائض کے لحاظ سے جب وتر جماعت سے جائز ہیں تو اس کی جماعت افضل ہوئی بعض مشائخ کرام نے گھر میں وتر پڑھنا پسند کیا جیسا کہ الکفایہ میں مذکور ہے۔ رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت کے عدم جواز پر اجماع ہے۔

فصل (۱۷)

الاختیار شرح المختار میں ہے:

تراویح سنت موکدہ ہے کیوں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بعض راتیں اسے ادا کیا اور

ترک مواظبت میں یہ عذر بیان کیا کہ اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہے اور اس پر خلفائے راشدین نیز حضرت عمر کے عہد سے آج تک تمام مسلمانوں نے ہمیشگی فرمائی۔حضور نے ارشاد فرمایا''جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔اسد ابن عمرو نے حضرت امام ابو یوسف سے نقل کیا کہ آپ نے کہا میں نے امام اعظم سے تراویح اور فعل عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسے حضرت عمر نے خود ایجاد نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس میں بدعتی ہیں۔انہوں نے اصل کی بنا پر اس کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ سے معہود ہے، تمام لوگوں نے حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھی اور تمام صحابہ موجود تھے جن میں حضرت عثمان وعلی، ابن مسعود، عباس، عبداللہ بن عباس، طلحہ، زبیر اور معاذ بن جبل وغیرہ مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس کی تائید وموافقت کی نیز اسے پڑھنے کا حکم دیا اور تعریف کی۔روایت ہے کہ حضرت علی کا گزر کوفہ کی ایک مسجد کے پاس سے ہوا جس میں تروایح پڑھی جارہی تھی، تو آپ نے فرمایا اللہ ابو حفص کی قبر کو منور کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا۔لہٰذا تراویح بمنزلۂ اجماع ہوئی۔تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے اگر سب اہل مسجد نے اسے ترک کردیا تو سب نے بُرا کیا اور اگر کچھ لوگوں نے تراویح با جماعت ادا نہیں کی بلکہ انہوں نے گھر میں پڑھی تو کوئی خطا کار نہیں۔

لوگوں کا ماہِ رمضان کی ہر رات میں جمع ہونا مستحب ہے، پس امام انھیں پانچ ترویحہ پڑھائے ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعت کا ہوگا پھر ایک دو ترویحوں کے درمیان میں بقدر ترویحہ بیٹھے اس طرح پانچویں ترویحہ کے بعد بیٹھے پھر امام انھیں وتر پڑھائے اسی کے مثل حضرت ابی بن کعب نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔

تراویح کا وقت عشا سے طلوع فجر تک ہے یہی صحیح مذہب ہے حتی کہ اگر اسے عشا سے پہلے پڑھا تو جائز نہیں اور وتر کے بعد جائز ہے کیوں کہ یہ عشا کے تابع ہے نہ کہ وتر کے۔تراویح میں رات کے اکثر حصہ کا استیعاب کرنا افضل ہے، اس لیے کہ تراویح حقیقتاً قیام اللیل ہے مصلی تراویح کی نیت کرے یا سنۃ اللیل کی نیت کرے یا قیام رمضان کی، قیام کی قدرت کے باوجود بیٹھ کر تراویح مکروہ

ہے کیونکہ اس کی زیادہ تاکید ہے اور تراویح میں ایک ختم قرآن سنت ہے۔

فصل (۱۸)

''صحیح الروایۃ'' میں ہے کہ مرد وزن دونوں کے لیے تراویح مسنون ہے بعض رافضیوں نے کہا کہ تراویح فقط مردوں کے لیے سنت ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ بعض روافض کہتے ہیں کہ تراویح کی کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور تراویح سنت موکدہ ہے۔ الکافی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے روزے تم پر فرض ہیں اور اس کا قیام تمہارے لیے سنت ہے، **المحیط** اور **المغنی** اور اکثر کتب متداولہ جیسے خزانہ، **الظہیریۃ**، **الکبیری**، **الکافی**، **المضمرات** اور **خزانۃ الفتاویٰ** میں اس طرح مذکور ہے۔ ہدایہ میں کہا ہے یہ مذہب اصح ہے اور مختار الفتاوی میں ہے کہ یہی مذہب مختار ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو چار راتیں تراویح ادا کیں، **غنیۃ** میں ہے صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ نے تین راتیں تراویح پڑھی۔ زاہدی میں ہے کہ دو راتیں آپ نے تراویح پڑھی اور تیسری رات آپ حجرے سے باہر نہیں نکلے، بعض فقہا نے فرمایا کہ تراویح سنت صحابہ ہے جیسا کہ فخر الاسلام نے اپنے اصول میں نقل کیا ہے اور بعض نے کہا یہ سنتِ عمر ہے۔ الزاہدی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمر کے طریقے کی اتباع کرو اور ان کی مخالفت نہ کرو تو آپ کی مراد یہی تراویح تھی۔ **فتاوی الحجۃ** میں ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے کیوں کہ اس پر صحابہ اور آپ کے بعد امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ تراویح کا منکر بدعتی، گمراہ، مردود الشہادت ہے۔

تراویح کی نیت میں اختلاف ہے۔ **المحیط**، **الذخیرۃ**، **المغنی**، **الظہریۃ** میں ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا وقتی سنت کی یا قیام اللیل کی۔ اگر کسی نے مطلق نماز یا نفلی نماز کی نیت کی تو بعض متقین کے قول کی رُو سے جائز نہیں۔ المضمرات میں یہی مذہب اصح ہے۔ قاضی خان اور ظہیریہ میں اسے صحیح کہا گیا۔ کیا ہر شفع کے لیے نیت تراویح کی ضرورت ہے؟ تو خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ صحیح قول یہ ہی ہے کہ ہر شفع کے لیے نیت تراویح کی ضرورت ہے، لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ کل تراویح ایک نماز کے مرتبے میں ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان

میں ہے۔ظہیریہ میں اس مذہب کو صحیح اور العیون میں اسے اصح کہا گیا ہے۔تراویح ترویحہ کی جمع ہے وہ لغۃً ایصال الراحۃ کو کہتے ہیں اور مقررہ رکعتوں کا نام ترویحہ ہے اور وہ وتر سے پہلے یا بعد میں بیس رکعتیں ہیں۔

وقت تراویح میں فقہا کرام کا اختلاف ہے بعض فقہا کے نزدیک نماز عشا کے بعد وتر کی ادائیگی سے پہلے یا بعد میں آخر رات تک تراویح کا وقت ہے۔یہ عام مشائخ کرام کا قول ہے۔**المغنی، المحیط، الظهيرية** اور تمام مشہور کتب فقہ میں ہے۔**المحیط، الذخیرۃ، المغنی** اور **الظهيرية** میں امام ابوعلی نسفی سے مروی ہے یہی مذہب اصح ہے۔''دیناری''اور ہدایہ میں ہے یہی مذہب اصح ہے۔سراجیہ میں ہے کہ یہ مذہب مختار ہے،نہایہ اور کفایہ میں ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے فتاوی قاضی خان اور''النصاب'' میں امام ابوعلی نسفی سے مروی ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے،عام بخاری کے مشائخ کرام کا مذہب یہ ہے عشا اور وتر کی ادائیگی کے درمیان تراویح کا وقت ہے **خلاصة، مضمرات** اور **خزانة** میں ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے۔**المحیط،المغنی،الظهيرية** وغیرہ میں ہے پوری رات عشا کا وقت ہے خواہ عشا سے قبل یا بعد میں ادا کی جائے یا وتر سے پہلے یا بعد میں ہو یہ اسمٰعیل زاہد مشائخ بلخ کے متاخرین علما کی ایک جماعت کا قول ہے اگر تراویح کو رات کے آخری حصے میں قائم کیا تو کوئی کراہت نہیں۔سراجیہ اور ظہیریہ میں اس کے صحیح ہونے کا قول ہے۔

اکثر مشائخ کرام کے نزدیک ایک مرتبہ ختم قرآن مسنون ہے اور یہ سنتِ خلفا ہے۔**المحیط، المغنی ،المضمرات** اور عام کتب فقہ میں ہے کہ ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے،دو مرتبہ فضیلت ہے اور ہر عشر میں تین مرتبہ افضل ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھی جائیں جیسا کہ خزانہ میں ہے فتاویٰ قاضی خان، کفایہ اور نہایہ میں ہے اس سے ایک مرتبہ ختم قرآن کی سنت کا حصول ہے اس لیے کہ تیس راتوں میں کل رکعت تراویح چھ سو ہیں اور آیات قرآنیہ چھ ہزار ہیں جب وہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے گا تو اس سے ایک مرتبہ ختم قرآن ہوگا۔فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ ایک دوسری رکعت میں قرأت کو طویل کرنا مستحب نہیں جیسا کہ تمام دیگر نمازوں میں ہے اور اگر اس کے برعکس کیا تب بھی کوئی حرج نہیں امام محمد اور شیخین کے نزدیک دونوں رکعتوں میں

تسویہ ہے۔کسل قوم کے باعث ختم قرآن ترک نہ کیا جائے کیوں کہ یہی مقصود ہے۔
ماتن کے کلام میں اس پر صریح دلالت ہے کہ تراویح جماعت سے ادا کی جائے لیکن اس میں اختلاف ہے بعض نے واجب کہا جیسا کہ خزانہ اور خزانۃ الفتاوی میں علامہ عتابی سے منقول ہے۔ تراویح کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا گیا یہ ''مختصر الخزانہ'' میں ''النصاب'' سے منقول ہے، لیکن صحیح مذہب ہے کہ تراویح کی جماعت سنت ہے جیسا کہ مضمرات وغیرہا میں ہے، اکثر مشائخ کرام کے نزدیک سنت کفایہ ہے اگر تمام اہل محلّہ نے اسے ترک کر دیا تو انہوں نے سنت کو ترک کر دیا۔اسی طرح محیط، ذخیرہ اور مغنی اور اکثر کتب متداولہ میں مروی ہے اور اگر بعض لوگوں نے جماعت سے تراویح ادا کر لی تو باقی کے ذمے سے جماعت کی سنیت ساقط ہو جائے گی اور اگر لوگوں نے تنہا گھر میں نماز تراویح ادا کی اور بعض اہل محلّہ نے مسجد میں جماعت سے پڑھی تو وہ ترک سنت کے مرتکب نہیں ہوں گے اور نہ خطا کار ٹھہریں گے اگر چہ انھوں نے جماعت کی فضیلت کو ترک کر دیا۔

فصل (۱۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف ماثبت بالسنۃ میں فرمایا:

ماہ رمضان میں روزے اور قیام ہے، قیام سے مراد تراویح ہے ہم یہاں اس کے احکام اور اس سے متعلق مسائل کا ذکر کریں گے۔تراویح کے متعلق علما کے مابین اختلاف ہے۔کیا تراویح سنت ہے؟ بعض علما نے اسے نفل قرار دیا اور اس کا نام مستحب رکھا، بعض نے اسے سنت مانا اور یہی مذہب اصح ہے یعنی تراویح مرد وزن دونوں کے لیے سنت ہے اور اس پر خلف کا سلف سے توارث ثابت ہے۔ یہ اختلاف اس روایت سے دور ہو جاتا ہے جس کو امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے بیان کیا کہ تراویح ایسی سنت ہے جس کو ترک کرنا مناسب نہیں اور وہ اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود اسے بعض راتوں میں قائم کیا پھر اس کو ترک کرنے کا یہ عذر بیان کیا کہ امت کے اوپر اس کی فرضیت کا اندیشہ ہے، پھر خلفائے راشدین نے خصوصاً امیر المومنین حضرت عمر نے اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر

میری اور میرے خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے بعض کتب فقھیہ میں مذکور ہے کہ اگر جملہ اہل شہر نے تراویح کو ترک کر دیا تو امام المسلمین ان سے اس بنیاد پر قتال کرے گا۔ روایت ہے کہ حضرت عائشہ اپنے آزاد کردہ غلام ذکوان کی اقتدا میں تراویح پڑھتی تھیں، اسی طرح ام سلمہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ نماز تراویح قائم کرتی تھیں اور ان کی امامت ان کی کنیز جو حضرت حسن بصری کی والدہ تھیں کیا کرتی تھیں۔

ہم یہاں تراویح کے متعلق چند فصلیں ذکر کرتے ہیں:

الفصل الاول - تراویح کی تعداد رکعات میں: ہمارے نزدیک تراویح کی کل بیس رکعتیں ہیں کیوں کہ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ صحابہ کرام عہد عمر میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے اور عہد عثمان و علی میں بھی اسی پر عمل در آمد تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رمضان میں بیس رکعت نماز پڑھی پھر اس کے بعد تین رکعت وتر ادا کیے لیکن محدثین نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے۔ صحیح وہ ہے جس کو حضرت عائشہ نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے گیارہ رکعت پڑھی، یہی آپ ﷺ کی قیام اللیل میں عادت شریفہ تھی، بعض سلف سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں لوگ رسول اللہ ﷺ سے تشبہ کے ارادے سے گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے لیکن بعد میں جس پر معاملے نے قرار پایا اور وہ صحابہ وتابعین میں مشہور ہے وہ بیس رکعتیں ہیں، یہ بھی مروی ہے کہ تراویح کی تیئس رکعتیں ہیں لیکن وہ تین رکعتیں وتر کی ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی سے بھی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ تراویح کی چھتیس رکعتیں یا وتر کے ساتھ انتالیس رکعتیں ہیں یہ خاص طور سے اہل مدینہ کا عمل ہے اور اس عمل کا سبب یہ ہے کہ اہل مکہ دو ترویحوں کے دوران خانۂ کعبہ کے سات چکر لگاتے اور دو رکعت طواف کے ادا کرتے اور جب اہل مدینہ اس فضیلت سے دور رہے تو انہوں نے ترویحہ کے درمیان چار رکعت نفل پڑھنا شروع کر دیا اس کو وہ ''سولہ رکعت'' کہا کرتے ہیں اور ان کی عادت ابھی تک یہی چلی آرہی ہے۔ یہ روایت حضرت عمر و علی سے بھی مروی ہے لیکن مشہور نہیں ہے۔ اگر لوگ اس کو پڑھیں تو کوئی حرج نہیں اور اس مسئلے میں امام وغیر امام دونوں یکساں ہیں لیکن مناسب ہے کہ

لوگ اسے تنہا پڑھیں اس لیے کہ غیر تراویح میں نفل کی جماعت ہمارے نزدیک مکروہ ہے، لیکن اہل مدینہ جماعت سے پڑھتے تھے اور ان کے نزدیک نفل کی جماعت مکروہ نہیں۔ مصر کے متاخرین علما میں سے شیخ قاسم حنفی نے کہا کہ نفل کی جماعت مکروہ ہے اس لیے کہ اگر جماعتِ نفل مستحب ہوتی تو فرائض کی مانند افضل ہوتی اور اگر جماعت نفل افضل ہوتی قیام اللیل کرنے والے تہجد گزار جمع ہوتے اور فضیلت کے حصول میں جماعت سے نماز پڑھتے اور جب کہ حضور ﷺ نیز صحابہ سے یہ مروی نہیں؟ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل میں جماعت کو کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

الفصل الثانی - دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحے کے بقدر بیٹھنا مستحب ہے۔ اسی طرح پانچویں ترویحے اور وتر کے دوران بیٹھنا مستحب ہے اور یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے مروی ہے اس لیے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے اور اس جلسۂ استراحت میں اس معنیٰ کا تحقق ہے اور یہ طریقہ سلف سے مروی ہے، نیز اہل حرمین کا اس پر اجماع ہے، مکہ والے دو ترویحوں کے دوران خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے، اور مدینہ والے چار رکعت نفل نماز پڑھتے، اسی طرح بلاد مسلمین کے ہر شہر میں یہ طریقہ رائج ہے پھر ترویحہ میں اختیار ہے خواہ تسبیح وتہلیل کرے یا نماز پڑھے یا قرآن کی تلاوت کرے یا خاموش رہے، اگر استراحت کو ترک کردے تو کہا گیا اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ مستحب نہیں، اس لیے کہ اس میں اہل حرمین شریفین کی مخالفت ہے۔

احقر عاجز بندہ کہتا ہے (اصلح الله حاله واحسن مبدۂ قاله و ماله) اس زمانے میں حفاظ کے متعارف طریقے پر دو ترویحوں کے درمیان انتظار کرنا تراویح میں قرأت کو طویل کرنے کی بہ نسبت نمازیوں پر دشوار ہے بلکہ رات کا گزرنا بھی ممکن ہے لہٰذا اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ قرأت کو طول دینا غیر مستحسن ہے کیوں کہ یہ سلف کے اس عمل کے فوت ہونے کو مستلزم ہے جو متوارث ومستحب ہے بلکہ قرأت میں اعتدال کی رعایت کرنا چاہیے اسی طرح ترویحات میں، عنقریب تراویح میں قرأت کے حکم کا بیان ہوگا، اگر امام معتدل قرأت کے ساتھ چار رکعت مقدار جلسۂ استراحت کرے جو ترویحہ سے کمتر ہو تو یہ انشاء اللہ کفایت کرے گا اور اللہ سے قبولیت کی

امید ہے۔

الفصل الثالث - تراویح کی نیت میں: اگر کسی نے تراویح کی نیت کی یا وقتی سنت کی یا رمضان میں قیام لیل کی نیت کی تو یہ جائز ہے اور اگر کسی نے مطلق نماز کی یا نفل کی نیت کی تو اس میں مشائخ کرام کا وہی اختلاف ہے جیسا کہ سنن رواتب کی ادائیگی میں اختلاف ہے، بعض متقدمین علما نے ذکر کیا کہ اصح مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ تراویح سنت ہے اور سنت نفل کی نیت یا مطلق نماز کی نیت سے ادا نہیں ہوتی ہیں جیسا کہ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ سے فجر کی دو رکعتوں کے متعلق روایت کی ہے۔ اس لیے کہ تراویح فرضوں کے مثل ایک مخصوص نماز ہے۔ لہٰذا اس کی صفت کی مراعات ضروری ہے، لہٰذا تراویح مطلق نیت سے ادا نہیں ہوگی اکثر متاخرین علما نے ذکر کیا کہ تراویح اور تمام سنتیں مطلق نیت سے ادا ہو جاتی ہیں اس لیے کہ یہ سب نوافل ہیں اور نوافل مطلق نیت سے ادا ہو جاتے ہیں، لیکن احوط طریقہ یہ ہے کہ نمازی تراویح کی نیت کرے یا وقتی سنت کی یا رمضان میں قیام لیل کی اور تمام دیگر سنتوں میں سنت کی نیت کرے یا رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں نماز کی نیت کرے، یہ طریقہ اختلاف سے زیادہ دور ہے۔ پھر یہ کہا گیا کیا تراویح کے ہر شفع کے لیے علیحدہ نیت کی حاجت ہے یا نہیں؟ تو کہا گیا کہ کل تراویح ایک نماز کے مرتبے میں ہے لہٰذا ہر شفع کی نیت ضروری نہیں۔

الفصل الرابع - تراویح میں قرأت کی مقدار کے بیان میں: علما کا اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول کی رُو سے تراویح میں بقدر مغرب قرأت کرے کیوں کہ نماز مغرب اخف الفرائض ہے لیکن یہ رائے درست نہیں کیوں کہ اس مقدار سے رمضان میں ختم قرآن نہیں ہو سکے گا۔ بعض علما نے کہا عشا کے بقدر قرأت کرے اس لیے کہ تراویح وقت عشا کے تابع ہے۔ امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ ہر رکعت دس آیتیں تلاوت کرے تا کہ ایک مرتبہ ختم قرآن عظیم ہو سکے کیونکہ تراویح کی کل رکعتیں چھ سو ہیں اور قرآن عظیم کی کل آیتیں چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں لہٰذا ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں ہوئیں۔ بعض علما نے کہا کہ ہر رکعت میں بیس آیتوں سے لے کر تیس آیتوں تک تلاوت کرے کیوں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ

نے تین اماموں کو بلایا ان میں سے ایک کو تیس آیتیں تلاوت کرنے کا حکم دیا دوسرے کو پچیس آیتیں اور تیسرے کو بیس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت عمر نے جس بات کا حکم دیا وہ فضیلت ہے اور امام اعظم نے جو کہا وہ سنت ہے۔ اس لیے کہ علما کرام کا ایک مرتبہ ختم قرآن کے سنت ہونے پر اتفاق ہے دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضلیت ہے۔ امام اعظم کے قول کے مطابق ایک مرتبہ ختم قرآن ہوگا اور حضرت عمر نے جس بات کا حکم دیا اس کی رُو سے دو یا تین مرتبہ ختم قرآن ہوگا۔

رکوع اور سجدہ کی تسبیحوں کو تین سے کم نہ کی جائیں اور ثنا نیز نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کو ترک نہ کیا جائے، اس لیے کہ یہ سنت ہے۔ بعض کتب فقہ میں اس کے برخلاف مذکور ہے۔ صحیح مذہب اول ہے۔ رہا باقی دعاؤں کا مسئلہ تو اگر قوم اسے گراں سمجھ رہی ہے تو اسے ترک کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔

وہ مسنون طریقہ جو حرمین شریفین اور دیارِ مغرب میں معمول بہ ہے کہ سورۂ ضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورت کے اختتام پر تکبیر ہوتی ہے اور اس میں مختار تکبیر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ہے اور اگر صرف اللہ اکبر پر اکتفا کیا تب بھی صحیح ہے۔

الفصل الخامس - تراویح کو با جماعت ادا کرنے کے بیان میں: جس نے تراویح کو با جماعت ادا نہیں کیا بلکہ گھر میں پڑھا تو اس میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ وہ تارک سنت خطا کار ہوگا کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے جس قدر بھی تراویح پڑھی وہ جماعت سے پڑھی اسی طرح صحابہ کرام سے منقول ہے اور اس پر فقہائے امصار کا اتفاق ہے۔ بعض فقہائے کرام کہتے ہیں تارک جماعت صرف فضیلت کا تارک ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ بعض سلف سے ترک جماعت منقول ہے اور نبی کریم علیہ السلام نے بھی لوگوں کے ساتھ قیام کو ترک کر دیا اور صحابہ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا، چاہے وہ گھروں میں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں اور ترک جماعت کا معاملہ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد شیخ قاسم حنفی کہتے ہیں کہ تراویح کی جماعت قائم کرنا سنت علی الکفایہ ہے حتی کہ اگر کل اہل مسجد نے

جماعت کوترک کر دیا تو ترک سنت کر کے انھوں نے خطا کی اور اگر مسجد میں جماعت قائم کی گئی اور کچھ افراد جماعت میں شامل نہیں ہوئے انھوں نے گھر میں نماز پڑھی تو انھوں نے صرف فضیلت کو ترک کیا وہ خطا کے مرتکب نہیں ہوئے اگر انھوں نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھی تو اس میں حضرات مشائخ کا اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی فضیلت علیحدہ ہے اور مسجد میں جماعت کی فضیلت علیحدہ ہے۔ تو گھر میں جماعت تراویح پڑھنے والے نے ایک فضیلت کو پالیا مگر دوسری فضیلت کو چھوڑ دیا۔ یہی حال فرض نمازوں کا بھی ہے۔

ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا ہے تراویح تمام دیگر سنتوں کے مثل ہے، لہٰذا اسے تنہا پڑھا جائے کیوں کہ انفرادی طور پڑھنا اخلاص کے زیادہ قریب اور ریا کاری سے دور ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ فرض کے سوا آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ یہ قول مختار نہیں کیوں کہ یہ بات اس نماز کے متعلق ہے جس میں جماعت وارد نہیں ہوئی ہے اور تراویح وہ نماز ہے جس میں جماعت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے اگر قرأت سنت کی رعایت کے ساتھ گھر میں نماز تراویح ادا کرنا ممکن ہو تو گھر میں پڑھے مگر اگر وہ فقیہ ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے اور اس کے مسجد میں حاضر ہونے کے سبب جماعت کی کثرت ہوگی تو اس کے لیے جماعت چھوڑنا مناسب نہیں۔

الفصل السادس - جب کہ کوئی شخص بلا عذر تراویح بیٹھ کر پڑھے اس مسئلے میں جواز اور استحباب دونوں جگہوں میں اختلاف ہے جواز میں کلام یہ ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں اور بعض نے کہا جائز ہے اور یہی مذہب صحیح ہے، علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلا عذر فجر کی سنتیں بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے یہی روایت کی ہے، لہٰذا جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تراویح کی سنت فجر کی سنتوں کے مشابہ ہے اور جو حضرات جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں تراویح نفل ہے اور نفل نماز سنت فجر کے مثل مزید کسی تاکید کے ساتھ مختص نہیں لہٰذا یہ تمام سنتوں اور نفل کے مانند ہے اور اس پر دلیل امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد سے ابو سلیمان کی روایت ہے کہ ان حضرات نے

عذر اور غیر عذر میں کوئی فرق نہیں فرمایا۔ بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنے کے استحباب میں یہ کلام ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں کیونکہ اس میں سلف صالحین کے عملِ متواتر کی مخالفت ہے۔

الفصل السابع - افضل یہ ہے کہ وتر فقط رمضان میں با جماعت پڑھے جائیں اور اس پر اجماعِ مسلمین ہے۔ علما کا افضلیت میں اختلاف ہے بعض نے جماعت کو افضل کہا بعض نے گھر میں منفرد پڑھنے کو افضل کہا اور یہی مذہب مختار ہے اس لیے کہ صحابہ کرام کا وتر کی جماعت پر اتفاق نہیں ہے جس طرح تراویح کی جماعت پر اتفاق ہے جیسا کہ تبئین، ابن ہمام کی شرح ہدایہ اور عنایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ تراویح کے بعد وتر جماعت سے پڑھے جائیں لیکن اگر وہ تہجد پڑھے تو وتر تہجد کے بعد پڑھے۔

الفصل الثامن - تراویح کے وقت میں مشائخ نے اختلاف کیا۔ احناف کی ایک جماعت نے کہا جس میں شیخ اسماعیل زاہد بھی ہیں کہ پوری رات طلوع فجر تک تراویح کا وقت ہے، خواہ عشا سے قبل ہو یا بعد اور یہ بھی کہا گیا خواہ وتر سے پہلے یا بعد میں، اس لیے کہ تراویح قیام لیل ہے، لہٰذا تراویح کی شرط رات کا ہونا ہے۔ بخاریٰ کے عام مشائخ کرام نے کہا تراویح کا وقت عشا اور وتر کے مابین ہے اگر کسی نے عشا سے پہلے یا وتر کے بعد تراویح پڑھی تو اس نے تراویح کو اس کے وقت میں ادا نہیں کیا اس لیے کہ آثار وقت تراویح میں اسی طرح وارد ہوئے ہیں اور تراویح میں آثار صحابہ کی اتباع کی جائے گی۔ صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے اگر کسی نے وتر کے بعد تراویح پڑھی تو جائز ہے اور اگر عشا سے پہلے پڑھی تو جائز نہیں اس لیے تراویح نفل ہے جو عشا کے بعد مقرر ہوئی ہے، لہٰذا یہ غیر رمضان میں عشا کے بعد سنتوں کے مشابہ ہے اور نماز بعد وتر جائز ہے۔ غایت درجہ یہ ہے کہ رات میں آخری نماز کا وتر ہونا افضل ہے جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ پر متحقق ہو چکی ہے تراویح کی تہائی رات تک یا نصف رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یہ کہا گیا نصف شب کے بعد تراویح کی ادائیگی مکروہ ہے اس لیے کہ عشا کی نماز تاخیر کے مشابہ ہے، صحیح یہ ہے نصف رات کے بعد تراویح مکروہ نہیں کیونکہ تراویح رات کی نماز ہے اور رات کی نماز میں وقتِ آخر افضل ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے نصف شب کے بعد بھی تراویح میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور بعض علمانے بھی یہی فرمایا اور یہ صحیح ہے۔ ''خلاصہ'' میں کہ تراویح میں نماز اور جلسۂ استراحت کے ساتھ اکثر رات کا استیعاب افضل ہے اور اگر لوگوں نے آخر رات تک اسے مؤخر کیا تو بھی یہ بغیر کراہت جائز ہے۔

فصل (۲۰)

بحر العلوم ابو العیاش ملک العلما عبد العلی سہالوی ثم لکھنوی نے اپنی کتاب **الارکان الاربعة** میں لکھا: رمضان میں نماز تراویح صلوۃ اللیل کی قسم سے ہے لیکن اس کی کچھ خصوصیتیں ہیں ان میں سے ایک جماعت ہے ان ہی خصائص میں اس نماز کا رات کے اول حصے، درمیان اور آخری حصے میں ادا کرنا ہے نیز اس کی ادائیگی میں مزید تاکید ہے اس کی خصوصیت میں سے ایک ختم قرآن بھی ہے۔ رمضان کی راتوں میں قیام پر ابھارنے کے متعلق کثیر صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ ان احادیث میں متواتر معنوی کا دعویٰ کیا جائے جیسا کہ وہ حدیث جس میں ہے کہ ''جس شخص نے رمضان کے دن روزے رکھے اور اس کی راتوں میں قیام کیا تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں''، یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں مروی ہے اور صحابہ کرام عہد رسالت میں اپنے گھروں میں اس نماز پر مواظبت فرماتے تھے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو یا تین راتیں جماعت سے تراویح پڑھی۔ لہٰذا اس میں جماعت سنت ہوئی پھر آپ نے عذر کی بنا پر جماعت کو ترک کیا اور ترک جماعت کا عذر اندیشہ فرضیت بیان کیا، اُسی اندیشے کے باعث صحابہ کو آپ نے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا رسول اللہ ﷺ تخفیف کے لحاظ سے اپنی امت پر انتہائی شفیق تھے۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نصف شب میں حجرۂ شریفہ سے نکلے تو کچھ لوگوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو کی پھر اس سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ دوسری رات تشریف لائے تو صحابہ نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی صبح کو انھوں نے اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات کثیر لوگ جمع ہو گئے تو حضور تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب چوتھی رات ہوئی تو

کل مسجد بھر گئی اوراس میں گنجائش باقی نہ رہی تو حضور نبی کریم ﷺ تشریف نہیں لائے۔لوگ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنے لگے لیکن پھر آپ ﷺ تشریف نہیں لائے، جب آپ نماز فجر کے لیے آئے اور نماز فجر پڑھانے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر تشہد پڑھنے کے بعد فرمایا رات تمہاری حالت میرے اوپر مخفی نہیں تھی لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ رات کی نماز تمہارے اوپر فرض نہ ہوجائے اس کو شیخین نے روایت کیا اوران کی بیان کردہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔

بخاری ومسلم کی ایک دیگر روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تمہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنا لازم ہے کیونکہ آدمی کی افضل نماز فرض کے علاوہ گھر میں پڑھنا ہے صحابہ کرام رمضان مبارک کی راتوں میں گھروں میں نماز پر مداومت فرماتے تھے نبی اکرم ﷺ نے انھیں کلیۃ ترک کی رخصت نہیں فرمائی تھی صحابہ مسجد میں انفرادی طور پر پڑھا کرتے تھے اور جماعت سے بھی پڑھا کرتے تھے۔ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رمضان میں حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں ہے اور ابی ابن کعب انھیں نماز پڑھا رہے ہیں اور وہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں تو حضور نے فرمایا انہوں نے صواب و درستگی کو پالیا اور انہوں نے بہت ہی اچھا کیا اس کو ابو داؤد نے روایت کرنے کے بعد فرمایا یہ حدیث قوی نہیں ہے، کیوں کہ اس کی سند میں مسلم بن خالد ہیں جو ضعیف ہے۔پھر وہ نماز جس کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین راتوں میں پڑھا یہ وہی نماز ہے جس پر آپ نے مواظبت فرمائی اور وہ گیارہ رکعتیں تھیں اور وہ نماز جس کو حضور کے حکم سے صحابہ کرام پڑھتے تھے یہ گیارہ رکعتوں سے زائد تھیں اور وہ نماز جس کو آپ ﷺ رمضان مبارک میں پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس کی گیارہ رکعتیں تھیں جیسا کہ صحیحین کی روایت میں گزر گیا۔حضرت ام المومنین سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھا کرتے تھے لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور

وتر پڑھا کرتے تھے،لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ حدیث ام المومنین کی حدیث کے معارض ہے۔لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ کی بیان کردہ روایت کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اپنے علم کے مطابق خبر دی شاید رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المومنین میمونہ کے گھر میں بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں جس کا حضرت ابن عباس نے مشاہدہ کیا ہو،صحابہ کرام کا بیس رکعت پڑھنا اس روایت کی صحت پر قرینہ ہے۔پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد اور حضرت فاروق اعظم کے ابتدائی عہد خلافت میں اس پر عمل تھا۔حضرت عمر نے لوگوں کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع فرمایا لوگوں نے اس قاری کی اقتدا میں اولاً گیارہ رکعتیں پڑھیں پھر بیس اور وتر پر استقرار امر ہوا۔لہٰذا یہ عمل سنت قرار پایا۔عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کی اقتدا میں پڑھ رہا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا اگر میں ان کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع کردوں تو یہ اچھا ہو پھر اس کا ارادہ کیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں لوگوں کو جمع فرمایا عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرماتے ہیں پھر میں آپ کے ساتھ دوسری رات کو نکلا تو لوگ قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے،تو حضرت عمر نے فرمایا''یہ بدعت کیا ہی اچھی ہے،اور جس کے لیے یہ رات کے آخری حصے میں قیام کرتے ہیں وہ اس سے بہتر ہے جس چیز کو چھوڑ کر یہ لوگ سوجاتے ہیں''۔اور لوگ اول لیل میں قیام کرتے تھے،اس کو امام بخاری نے روایت کیا۔اور اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ بدعت ایک نعمت ہے نہ کہ تمہاری وہ بدعت کہ جو تم رات کے ابتدائی حصے میں کرتے ہو،تم قرآن کریم کے معاملے میں منازعہ کرتے ہو۔حضرت عمر نے اس کا نام بدعت رکھا کیوں کہ آپ نے اس کی ابتدا اس حیثیت سے کی تھی کہ انہوں نے قیام لیل کو پوری رات کے لیے قرار دے دیا اور حضور علیہ السلام صرف رات کے آخری حصے میں ہی قیام فرمایا کرتے تھے،اور یہ بدعت حسنہ ہے،جس کو امیر المؤ

منین حضرت عمر نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے ایجاد فرمایا اور یہ ہمارے حق میں ایسی سنت ہے جس میں کوئی شک نہیں، اس لیے کہ خلفائے راشدین کی سنت حضور ﷺ کی ہی سنت کی طرح ہے لازم ہونے اور اس کے ترک کے گناہ ہونے میں۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''تمہارے اوپر میری اور میرے خلفائے راشدین ومہدیین کی سنت لازم ہے، اس پر عمل پیرا ہو اور اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہوشیار رہو نئی ایجاد کردہ چیزوں سے، اس لیے کہ ہر نئی ایجاد شدہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''، اس کو امام ابو داؤد اور امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

اور نئی ایجاد شدہ چیزیں وہ ہیں جو خلفائے راشدین کے زمانے کے بعد پیدا ہوئیں، جیسے عید کی نماز سے پہلے مروان کا خطبہ دینا، اور سودی اموال میں جودت کو مقوم قرار دینا جب کہ اس کی جنس کے مقابلے میں ہو۔ اس لیے کہ یہ حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں پیدا ہوئیں۔ جو چیزیں خلفائے راشدین کے زمانے میں پیدا ہوئیں وہ بلاشک وشبہ سنت ہیں، ان پر عمل کرنا واجب ہے اور ان کی اتباع کرنا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اور انہیں چیزوں میں سے تراویح بھی ہے۔ قیامت تک جو بھی تراویح پڑھے گا تو اس کا اجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کیوں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کی بنیاد ڈالی تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو کوئی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی ملے گا''، اس حدیث کو ایک طویل حدیث کے ضمن میں گا امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

رہا یہ کہ تراویح بیس رکعات پر مقرر ہوئی اور وتر تو اس کی دلیل یہ کلیہ کہ جو یزید بن رومان نے فرمایا کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ ۲۳/رکعات قیام اللیل کیا کرتے تھے، اس روایت کو امام مالک نے نقل کیا، اور تراویح کی نماز عشا کے بعد بیس رکعت ہیں اور سنت یہ ہے کہ وہ دس سلام کے ساتھ ہوں اور ہر چار رکعت کے بعد بیٹھیں اور اگر چاہیں تو تسبیح پڑھیں یا تکبیر یا کلمہ طیبہ پڑھیں یا خاموش بیٹھے رہیں اور افضل یہ ہے کہ اتنی دیر انتظار کریں جتنی دیر میں دو رکعت پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح بیس رکعت سے فارغ ہو کر اتنی ہی دیر اور پھر وتر ادا کریں۔ اور اگر وتر پہلے پڑھ لیے تب

بھی کوئی حرج نہیں، اور ہر رکعت میں بلند آواز سے قرأت کی جائے، اور رمضان میں ایک مرتبہ ختم قرآن کرنا سنت ہے اور اگر اس سے زیادہ کیا تو بہتر ہے، اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر کے زمانے سے ہمارے زمانے تک توارث چلا آرہا ہے۔ اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر چاروں مذاہب کے ائمہ کا اتفاق ہے بغیر کسی اختلاف رائے کے۔ اگر تمام اہل مسجد نماز تراویح ترک کر دیں تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر وہ اپنی مسجد میں جماعت کے ساتھ قائم کریں اور بعض شریک نہ ہو سکیں تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ حضرت عمر کے زمانے میں تمام کے تمام صحابہ مسجد میں جمع نہیں ہوتے تھے، بعض مسجد میں حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ اپنے گھروں میں تراویح ادا کرتے تھے، حاضر نہ ہونے والوں پر کسی نے نہ تو عیب جوئی کی اور نہ انکار کیا۔ اگر قوم قرآن سننے میں کاہلی کا مظاہرہ کرے حالانکہ اس پر قدرت ہو تو ان لوگوں نے گناہ کیا اور لوگوں کے کسل کی وجہ سے ختم قرآن چھوڑا نہیں جائے گا۔ اور اگر چند مخصوص ایام میں قرآن کریم ختم ہو جائے اور رمضان کے کچھ دن ابھی باقی ہوں تو ان دنوں میں تراویح کو ترک نہیں کیا جائے گا، یہی قول مختار ہے۔ یہ اس لیے کہ تراویح کا اصل مقصد رمضان المبارک کی راتوں کا حق ادا کرنا ہے اور ختم ایک الگ سنت ہے، لہٰذا ایک کے حصول سے دوسرا حاصل نہیں ہوگا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم باحکامہ**

فصل (۲۱)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

تراویح مرد و عورت دونوں کے لیے سنت موکدہ ہے عہد رسالت سے لے کر آج تک نسلاً بعد نسل اس پر توارث رہا ہے، امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ تراویح سنت ہے جس کا چھوڑنا مناسب نہیں، بعض رافضیوں نے کہا کہ تراویح فقط مردوں کے لیے سنت ہے، ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح اصلاً سنت نہیں، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض راتیں اس کو قائم کیا اور اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ پھر حضرت عمر نے اسے از سر نو ایجاد کیا۔ اہل سنت و جماعت کی دلیل وہ ہے جو نبی اکرم علیہ السلام سے مروی ہے آپ ﷺ رمضان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض کیے اور اس کے قیام کو سنت قرار دیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے رمضان کے روزے فرض کیے اور اس کے قیام اللیل کو سنت قرار دیا، خلفائے راشدین نے اس پر مداومت فرمائی اور حضور کا ارشاد عالی ہے کہ اے لوگو! تم پر میری اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے اس سنت کو قائم کیا جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے مروی کہ حضرت عائشہ نے حضرت ذکوان کی اقتدا میں تراویح پڑھی اور ام سلمہ نے عورتوں کی جماعت کے ساتھ اپنی باندی حضرت حسن بصری کی والدہ کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھی اور وہ عورتوں کی صف میں کھڑی تھیں۔ حضرت علی نے حضرت عمر کی تعریف کی اور ان کے لیے خیر کی دعا کی کہ ''اللہ عمر کے قبر کو منور کرے جیسے انہوں نے ہمارے مسجدوں کو روشن و منور کیا''۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح پر ہمیشگی ہمارے اوپر فرضیت کے خوف سے نہیں فرمائی۔ وہ حدیث جس کو حضرت عمر نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا اس میں اس سبب کی طرف اشارہ ہے لہٰذا یہ بات ثابت ہو چکی کہ تراویح سنت ہے اور اس کو جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے۔

امام مالک نیز امام شافعی نے اپنے قدیم موقف میں فرمایا تراویح تمام دیگر سنتوں کی طرح تنہا پڑھنا افضل ہے کیوں کہ ایسا کرنا اخلاص سے قریب تر اور ریا کاری سے دور ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو گھر میں نماز پڑھنے پر قادر ہے جیسا کہ امام کے ساتھ مسجد میں پڑھنے پر قدرت رکھتا ہے تو اس کے لیے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ تراویح کی جماعت افضل ہے کیوں کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے کبار صحابہ کی موجودگی میں تراویح قائم کی اور بظاہر انہوں نے افضل طریقہ اختیار کیا، بعض علما نے کہا اگر کسی نے انفرادی طور پر گھر میں تراویح پڑھی اور جماعت کو ترک کر دیا تو وہ تارک سنت ہونے کی وجہ سے خطا کار ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جماعت سنت کفایہ ہے اگر سب اہل محلّہ نے جماعت ترک کر دی تو سب نے برا کیا اور انھوں نے سنت کو ترک کیا اور اگر مسجد میں تراویح جماعت سے قائم کی گئی اور بعض افراد نے گھر میں منفرد نماز پڑھی تو وہ لوگ تارک فضیلت ہوں گے نہ خطا کار ہوں گے اور نہ ہی

تارک سنت۔

اگرکوئی شخص ان لوگوں میں سے ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے اس کی موجودگی جماعت کثرت اور عدم موجودگی قلت جماعت کا سبب ہو تو ایسے شخص کو جماعت ترک کرنا مناسب نہیں کیوں کہ اس کے ترک کی وجہ سے جماعت میں قلت پیدا ہوگی۔ اگر تراویح کو گھر میں جماعت سے ادا کیا ،تو اس میں مشائخ کرام اختلاف رکھتے ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی علیحدہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کی الگ فضیلت ہے لہٰذا اگر کسی نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھی تو اس نے جماعت کی فضیلت کو حاصل کر لیا لیکن ایک دوسری فضیلت کو ترک کر دیا۔ اسی طرح قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ تراویح کی جماعت مسجد میں افضل ہے کیوں کہ مسجد میں اس سے جماعت میں کثرت ہوگی ، یہی حال فرض نمازوں میں بھی ہے، اگر کوئی عالم حافظ وقاری ہو تو افضل واحسن یہ ہے کہ وہ خود اپنی قرأت کے ساتھ نماز پڑھے، کسی کی اقتدا نہ کرے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے گھر میں امامت کرنے کے لیے اجرت پر رکھے تو ایسا کرنا مکروہ ہے کیوں کہ امامت کی اجرت غلط ہے۔

امام حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ ماہِ رمضان میں قیام سنت ہے جس کا ترک مناسب نہیں، سب اہل محلّہ اپنی مسجد میں وتر کے سوا ہر رات میں بیس رکعت تراویح کے پانچ ترویحہ دس سلام کے ساتھ پڑھیں اور ہر دو رکعت پر سلام پھیریں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ وتر کے علاوہ چھتیس رکعت پڑھے، اس لیے کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دونوں حضرات چھتیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ہمارے لیے دلیل وہ روایت ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عباس نے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہِ رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے، پھر اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عباس نے خصوصاً رمضان کا ذکر کیا تو بظاہر انہوں نے اس سے تراویح مراد لی اور یہی صحابہ و تابعین کے مابین مشہور و معروف ہے۔ امام مالک نے اوپر جو روایت بیان کی وہ مشہور نہیں ہے، اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ دونوں حضرات ہر دو ترویحے کے دوران چار رکعت تنہا پڑھا کرتے تھے جیسا

کہ مدینہ والوں کا مذہب ہے۔ اگر لوگوں نے چھتیس رکعت جماعت سے پڑھیں جیسا کہ امام مالک نے فرمایا تو امام شافعی کے نزدیک بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے نزدیک بیس رکعت سنت ہوں گی اور سولہ رکعت جو زائد ہیں انفرادی طور پڑھیں تو وہ مستحب ہوں گی اور اگر انھوں نے جماعت سے ان رکعتوں کو پڑھا تو مکروہ ہے کیوں کہ ہمارے نزدیک تراویح کے علاوہ نفل جماعت مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ہے۔

تراویح کے وقت میں مشائخ کرام کے درمیان اختلاف ہے، شیخ امام اسماعیل اور ان کے علاوہ ایک دیگر جماعت سے منقول ہے کہ پوری رات طلوع فجر تک تراویح کا وقت ہے خواہ تراویح نماز عشا سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں، یا وتر سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں۔ اس لیے کہ تراویح درحقیقت قیام اللیل کا نام ہے اور قیام اللیل کا وقت پوری رات ہے۔ بخاری کے عام مشائخ کرام نے فرمایا کہ تراویح کا وقت نماز عشا اور وتر کے درمیان ہے اگر لوگوں نے تراویح نماز عشا سے پہلے یا وتر کے بعد پڑھی تو انھوں نے تراویح کو اس کے وقت میں ادا نہیں کیا اور وہ تراویح نہیں مانی جائیں گی اس لیے کہ تراویح فعل صحابہ سے جانی گئیں لہٰذا تراویح کا وہی وقت ہوگا جس میں صحابہ کرام نے ادا کیا اور صحابہ کرام نے نماز عشا کے بعد اور وتر سے پہلے پڑھی۔ قاضی امام ابوعلی نسفی نے کہا کہ صحیح قول یہ ہے کہ اگر کسی نے تراویح نماز عشا سے پہلے ادا کی تو اس کی تراویح نہیں ہونگی اس لیے کہ تراویح نماز عشا کے تابع ہے جیسا کہ سنتیں عشا کے تابع ہیں دیگر سنتیں اگر کسی نے عذر کی بنا پر ترک کیں تو وہ معذور ہے اور اگر سستی و کاہلی کے باعث ترک کیں تو خطا کار ہوگا۔

تراویح میں مقدار قرأت کے سلسلے میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ہر شفع میں بقدر نماز مغرب قرأت کرے اس لیے کہ نفلی نماز فرض کی بہ نسبت خفیف تر ہوتی ہے لہٰذا اخف الفرائض کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ نماز مغرب ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس مقدار سے تراویح میں حصول ختم قرآن نہیں ہو سکے گا اور تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے بعض مشائخ کہتے ہیں بقدر نماز عشا قرأت کرے اس لیے کہ تراویح عشا کے تابع ہے بعض فقہا

فرماتے ہیں ہر رکعت میں بیس سے تیس آیت تک قرأت کرے۔ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے اور یہ صحیح قول ہے اس لیے کہ اس میں لوگوں پر تخفیف ہے اور اس ایک مرتبہ ختم قرآن کی سنت بھی حاصل ہوگی اس لیے کہ تراویح کی کل رکعات تیس راتوں میں چھ سو ہیں اور قرآن مجید کی کل آیتیں چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں جب وہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے گا تو اس سے تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن کی سنت ادا ہوگی۔ دو مرتبہ ختم قرآن میں فضیلت ہے امام وغیرہ کے لیے مناسب ہے کہ جب وہ تراویح پڑھ کر اپنے گھر واپس آئے تو پھر بیس رکعت نماز پڑھے اور اس کے ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے تاکہ دو مرتبہ ختم قرآن کی فضیلت اسے حاصل ہو۔ اہل زہد وتقویٰ ہر دس راتوں میں ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ امام اعظم سے منقول ہے کہ آپ رمضان مبارک میں اکسٹھ مرتبہ ختم قرآن فرمایا کرتے تھے، تیس مرتبہ ختم قرآن دن میں فرماتے اور تیس کلام مجید رات میں اور ایک مرتبہ تراویح میں۔ امام اعظم کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے تیس سال عشا کے وضو سے فجر کی سنتیں پڑھیں۔

تراویح میں بچوں کی امامت کے سلسلے میں بھی فقہا کے مابین اختلاف ہے، مشائخ عراق اور بعض بلخ کے مشائخ فرماتے ہیں کہ بچے کی امامت جائز نہیں اور بعض دیگر مشائخ بلخ فرماتے ہیں کہ تراویح میں بچہ کی امامت جائز ہے۔ نصیر بن یحییٰ سے تراویح کی امامت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب کہ بچہ بارہ سال کا ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔ شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ بچہ کی امامت درست نہیں اس لیے کہ بچہ نماز کا مخاطب نہیں ہے اس کی نماز درحقیقت نماز نہیں لہٰذا اس کی امامت دیوانہ کی امامت کی مانند جائز نہیں اور اگر بچہ نے بچوں کی امامت کی تو جائز ہے اس لیے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نماز کی مانند ہے۔

تراویح کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا، اس کے غیر مستحب ہونے پر علما کا اتفاق ہے اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے بعض فقہا کہتے ہیں بلا عذر جائز نہیں اور وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کیا کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں بغیر عذر بیٹھ کر

پڑھیں تو یہ جائز نہیں لہٰذا یہ حال تراویح کا ہے اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک سنت موکدہ ہے۔ بعض علما کہتے ہیں کہ تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے وہ فجر کی سنتوں اور تراویح میں فرق کرتے ہیں اور یہی قول صحیح ہے الا یہ کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کا ثواب قائم کی نماز کے مقابلہ میں آدھا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ فجر کی سنتیں موکدہ جس میں کسی کا اختلاف نہیں اور تراویح کی تاکید فجر کی سنتوں سے کمتر ہے لہٰذا ان میں تساوی جائز نہیں۔

فصل (۲۲)

تراویح کے پانچ ترویحے ہیں ہر ترویحہ دو سلام کے ساتھ چار رکعت ہیں اسی طرح سراجیہ میں ہے اگر با جماعت پانچ ترویحوں پر اضافہ کیا تو یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے تراویح کا وقت نماز عشا کے بعد صبح صادق تک ہے خواہ وتر سے پہلے ادا کی جائے یا بعد میں۔ دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویحہ کے بقدر بیٹھنا مستحب ہے اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے مابین بیٹھنا بھی مستحب ہے۔ الکافی اور ہدایہ میں یہی مذکور ہے اگر امام وتر اور پانچویں ترویحے کے درمیان بیٹھنے میں قوم پر گرانی محسوس کرے تو نہ بیٹھے۔ سراجیہ میں اسی طرح مرقوم ہے پھر نمازیوں کو بیٹھنے کی حالت میں اختیار ہے خواہ تسبیح میں مشغول رہیں یا خاموش بیٹھیں رہیں مکہ والے جلسۂ استراحت میں سات طواف کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور اہل مدینہ تنہا چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ تبئین میں یہی مذکور ہے جلسۂ استراحت پانچ سلام کے بعد جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ کافی اور خلاصہ میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ ہی صحیح ہے۔ تہائی رات یا نصف رات تک تراویح میں تاخیر کرنا مستحب ہے نصف شب کے بعد تراویح کی ادائیگی میں اختلاف ہے اصح مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں تراویح سنت رسول ہے اور سنت عمر ہونے کا قول بھی بیان کیا گیا لیکن پہلا قول اصح ہے جیسا کہ ''جواہر الاخلاطی'' میں مذکور ہے، زاہدی میں ہے تراویح مرد و زن دونوں کے لیے سنت ہے۔ ہمارے نزدیک نفس تراویح سنت ہے، امام حسن بن زیادہ نے امام اعظم سے یہی روایت کی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تراویح مستحب ہے اول قول اصح ہے تبئین میں ہے کہ تراویح سنت کفایہ ہے یہ صحیح قول ہے۔ محیطِ سرخسی میں بھی یہی مرقوم ہے اگر تراویح کو بغیر جماعت کے ادا کیا

گیا یا عورتوں نے تنہا گھر میں ادا کی تو معراج الدرایہ میں ہے یہ تراویح ہی کہلائے گی اگر سب اہل محلّہ نے تراویح کی جماعت کو ترک کر دیا تو انہوں نے غلط کیا اور وہ گناہ کے مرتکب ہوئے۔ اگر کسی شخص نے جماعت سے تراویح ادا نہیں کی بلکہ منفرد گھر میں پڑھی تو اس نے فقط فضیلت کو ترک کیا ہے نہ وہ خطا کار ہوگا اور نہ وہ تارکِ سنت ٹھہرے گا، لیکن اگر وہ ایسا شخص ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہے اور اس کی موجودگی سے جماعت کثیر ہوگی اور عدم موجودگی سے جماعت میں قلت واقع ہوگی تو اس کے لیے ترک جماعت مناسب نہیں۔ ''سراج وہاج'' میں اسی طرح منقول ہے۔ اگر کسی نے گھر میں باجماعت نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے، صحیح مذہب یہ ہے کہ گھر میں جماعت کی علیحدہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کی علیحدہ فضیلت ہے جب کہ اس نے گھر میں جماعت سے تراویح پڑھی تو اس نے باجماعت تراویح ادا کرنے کی فضیلت پالی اور دوسری فضیلت چھوڑ دی۔ اس طرح قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا مسجد میں جماعت تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مسجد میں جماعت سے فرض نمازوں کا بھی یہی حال ہے۔

التبئین میں ہے وتر باجماعت صرف رمضان میں پڑھے جائیں اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ وتر ماہ رمضان جماعت سے پڑھنا گھر میں پڑھنے کی بہ نسبت افضل ہے۔ السراج الوہاج میں یہی مذکور ہے۔ بعض علما نے کہا کہ افضل یہ ہے کہ وتر گھر پر منفرد پڑھے، تبیین میں یہی قول مختار ہے۔ مردوں کے لیے مکروہ ہے کہ وہ کسی آدمی کو اجرت پر رکھیں اور وہ گھر میں ان کی امامت کرے اس لیے کہ امام کو اجرت پر رکھنا فاسد ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی نے ایک مسجد میں دو مرتبہ تراویح پڑھی تو یہ مکروہ ہے۔ اگر امام دو مسجدوں میں **علی وجہ الکمال** نماز تراویح پڑھائے تو یہ جائز نہیں، محیطِ سرخسی میں اسی طرح مذکور ہے۔ مضمرات میں اسی پر فتویٰ ہے اور مقتدی اگر دو مسجدوں میں نماز تراویح پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ سمجھ دار بچہ کی تراویح میں امامت کرنا بعض علما کے نزدیک جائز ہے لیکن عام مشائخ کرام کے نزدیک جائز نہیں، محیط السرخسی میں یہی مذکور ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے قوم کی سستی و کاہلی کی بنا پر اسے ترک نہ کیا جائے

برخلاف تشہد کے، بعد کی دعاؤں کے انہیں اس وقت چھوڑا جا سکتا ہے جب کہ وہ قوم پر گراں گزرے۔ نہایہ میں ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا مناسب ہے۔ دو مرتبہ ختم قرآن فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے جیسا کہ السراج الوہاج میں مذکور ہے۔

اگر ستائیسویں شب یا اکیسویں شب میں ختم قرآن ہو تو بقیہ مہینے تراویح ترک نہ کی جائیں اس لیے کہ تراویح سنت ہے ایسا ہی **الجوھرۃ النیرۃ** میں مذکور ہے اصح مذہب یہ ہے بقیہ مہینے تراویح ترک کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح السراج الوہاج میں مذکور ہے۔

اس پر علمائے کرام کا اتفاق ہے اگر بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھنا مستحب نہیں لیکن جواز میں اختلاف ہے، بعض فقہا جائز کہتے ہیں صحیح مذہب یہ ہے بیٹھ کر تراویح پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت نصف ہے۔

فصل (۲۳)

مختار الفتاوی دسویں فصل کسوف کے بیان میں ہے:

تراویح سنت ہے یہی مختار مذہب ہے۔ مرد و زن دونوں کے لیے سنت ہے تراویح با جماعت مستحب ہے، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ماہ رمضان کی ایک رات گھر سے نکلے اور بیس رکعت تراویح پڑھائی، جب دوسری رات آئی تو لوگ جمع ہو گئے، پھر حضور تشریف لائے اور بیس رکعت نماز پڑھائی، جب تیسری رات آئی تو حضور تشریف نہیں لائے اور فرمایا تمہارا جمع ہونا میرے علم میں تھا لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، لوگ حضرت عمر کے عہد ابتدائی تک فرداً فرداً نماز تراویح پڑھتے تھے جب عہد فاروقی آیا تو حضرت عمر نے فرمایا میں لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں جمع کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا آپ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں سب کو جمع فرما دیا اور انھوں نے صحابہ کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔ بیس رکعت تراویح مقرر کرنے میں حکمت کیا ہے؟ تو ایک قول یہ بیان کیا گیا کہ اس میں فرائض اعتقادیہ و عملیہ کی موافقت ہے کیوں کہ فرائض اعتقادیہ وتر کے ساتھ بیس رکعت ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں۔ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے۔ امام اعظم سے منقول

ہے کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل ہے۔ ایک مرتبہ ختم قرآن ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھنے سے ہو جائے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھنے سے دو مرتبہ ختم قرآن کی سعادت حاصل ہو گی۔ خوشخوان کو مقدم کرنا مناسب نہیں بلکہ درست خوان کو مقدم کرنا چاہیے۔ کہا گیا ہے امام کے لیے مناسب ہے اس طرف مائل ہو جو قوم کے لیے آسانی کا باعث ہو۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ تراویح میں بچوں کی امامت جائز نہیں یہی مختار مذہب ہے اس لیے بچہ تراویح کا مخاطب نہیں۔ کہا گیا کہ خصوصاً تراویح میں بچے کی امامت جائز ہے جب کہ اس کی بارہ سال کی عمر ہو۔ بلا عذر تراویح بیٹھ کر پڑھنا مستحب نہیں یہ مختار مذہب ہے۔ ایک قول یہ بھی بیان کیا گیا کہ بلا عذر بیٹھ کر تراویح کی ادائیگی جائز ہے۔ یہی مختار الفتاویٰ میں مذکور ہے۔

فصل (۲۴)

فتاویٰ فیض الکریم میں ہے:

صحیح مذہب کے مطابق تراویح سنت ہے اس کے پانچ ترویحے ہیں، ہر ترویحہ دو سلام کے ساتھ چار رکعت کا ہے اس کی بیس رکعت ہیں اگر جماعت کے ساتھ پانچ ترویحوں پر اضافہ کیا تو ہمارے نزدیک مکروہ ہے کیوں کہ تراویح کے علاوہ نفلی جماعت ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔

فصل (۲۵)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

تراویح سنت ہے اس کے پانچ ترویحے ہیں اور ہر ترویحے کی چار رکعت ہیں اگر سب شہر والوں نے تراویح کو ترک کر دیا تو امام المسلمین ان سے قتال کرے۔

فصل (۲۶)

الفتاوی الحجۃ میں ہے:

تراویح سنت موکدہ ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور امت نے اس پر عمل کیا۔ جس نے اس کے سنت ہونے کا انکار کیا وہ گمراہ بدعتی ہے اس کی گواہی غیر مقبول ہے۔ حاشیۃ الکردری میں ہے

کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رمضان مبارک کی ایک رات تشریف لائے اور صحابہ کو بیس رکعت نماز پڑھائی۔

فصل (۲۷)

حاشیۃ الچلپی علی شرح الوقایۃ، باب الوتر والنوافل میں ہے:

تراویح مسنون ہے اور ترویحہ کی جمع ہے، ہر چار رکعت کا نام ترویحہ ہے اس لیے کہ دراصل ترویحہ راحت پہنچانے کو کہتے ہیں اور وہ جلسۂ استراحت ہے اور چار رکعتوں کو مجازاً ترویحہ کہتے ہیں کیوں کہ ان کے آخر میں ترویحہ ہوتا ہے۔ ماتن کا قول ''**جلسۃ بعدھا**'' کی بجائے ''**انتظار بعدھا**'' کہنا بہتر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل حرمین کی عادت یہ تھی کہ وہ چار رکعت کے بعد جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے کیوں کہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان خانہ کعبہ کے سات چکر لگاتے اور اہل مدینہ چار رکعت نماز پڑھتے تھے، ہر شہر والوں کو اختیار ہے اگر چاہیں تو ہر دو ترویحوں کے درمیان تسبیح وتہلیل کریں یا خاموش بیٹھ کر انتظار کریں، انتظار کرنا مستحب ہے اس لیے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے۔ امام حسن بن زیادہ نے امام اعظم سے روایت کی کہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے یہی صحیح قول ہے، کیوں کہ اس میں لوگوں پر تخفیف ہے اور اس سے سنت بھی حاصل ہوگی اس لیے کہ تیس راتوں میں کل رکعتیں چھ سو ہیں اور قرآن کریم کی آیات چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں، جب نمازی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے گا تو ایک مرتبہ ختم قرآن ہو جائے گا۔ رمضان کے علاوہ وتر کی نماز با جماعت نہ پڑھی جائے اس پر اجماع ہے اور قیام رمضان کے سوا جماعت سے نماز نہ پڑھی جائے، شمس الائمہ سے نقل ہے کہ با جماعت نفلی نماز مکروہ ہے جب کہ بطور تداعی ہو، اگر کسی ایک شخص نے کسی دوسرے کی اقتدا کر لی، یا دو نے ایک کی اقتدا میں نماز پڑھی تو اس میں کراہت نہیں اور جب تین لوگوں نے کسی کی اقتدا کی تو اس میں اختلاف ہے اور چار لوگوں نے کسی کی اقتدا میں نفل نماز پڑھی تو یہ اتفاقاً مکروہ ہے، جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ تراویح پر خلفائے راشدین نے مداومت فرمائی اور ان کی مواظبت کرنا تراویح کے

سنت ہونے پر دلیل ہے کیوں کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔رسول اکرم ﷺ کا قول مذکور ایک سوال مقدر کا جواب ہے، اس کی تقریر یہ ہے اگر یہ کہا جائے کہ تراویح اگر سنت ہوتی تو حضور اس پر مواظبت فرماتے حالانکہ آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی، وجہ جواب واضح ہے کہ آپ نے کچھ راتیں پڑھنے کے بعد عدم مواظبت کا عذر بیان فرمادیا۔

اگر تراویح فوت ہو جائے تو اس کی اصلاً قضا نہیں کی جائے گی نہ جماعت سے اور نہ منفرد، بعض علمانے کہا کہ فوت شدہ تراویح کی اس وقت تک قضا کی جاسکتی ہے جب تک کہ دوسرے دن تراویح کا وقت داخل نہ ہو یا جب تک کہ رمضان ختم نہ ہو جائے۔امام اور مقتدی ہر تکبیرۂ اولیٰ کے بعد ثنا نہ ترک کریں۔مناسب ہے کہ تشہد کے بعد نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھیں اس لیے کہ یہ امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، لہٰذا احتیاط اس کے پڑھنے میں ہے جیسا کہ عنایہ میں مذکور ہے۔مفتی الثقلین نے فرمایا کہ تشہد کے بعد درود اور استغفار کا اضافہ نہ کرے۔اگر اسے اس بات کا علم ہو کہ قوم پر یہ سب گراں گزر رہا ہے اگر کسی نے بیٹھ کر تراویح پڑھی تو جائز نہیں اور امام اعظم سے مروی ہے کہ بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے یہی مذہب مختار ہے جیسا کہ المعراجیہ میں مذکور ہے۔

فصل (۲۸)

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ماتن کا قول ''سنت مؤکدہ'' اس کو ہدایہ وغیرہ میں صحیح کہا گیا اور یہی امام ابوحنیفہ سے مروی ہے۔''الاختیار'' میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے تراویح اور حضرت عمر کے عمل کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت موکدہ ہے۔حضرت عمر نے اپنے دل سے اسے نہیں گھڑا اور نہ آپ اس کے قیام میں مبتدع ہیں آپ نے جماعت کا حکم اپنے پاس ثابت شدہ اصل کی بنا پر دیا اور یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے معہود ہے۔صاحب قدروی کا قول کہ تراویح مستحب ہے ماتن کے قول کے منافی نہیں جیسا کہ ہدایہ میں اس کو سمجھایا گیا اس لیے کہ صاحب قدوری نے کہا یستحب ان یجتمع الناس یہ قول لوگوں کے اجتماع کے مستحب ہونے

پر دلالت کر رہا ہے، اس میں اس طرح کوئی رہنمائی نہیں کہ تراویح مستحب ہے جیسا کہ عنایہ میں مذکور ہے۔شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ بہت سے علمانے اس کے سنت ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں یہ جمہور کا قول ہے اور اسی پر مشرق و مغرب میں عمل درآمد ہے۔امام مالک سے منقول ہے کہ تراویح کی چھتیس رکعتیں ہیں۔فتح القدیر میں مذکور ہے کہ دلیل کا مقتضی یہ ہے کہ آٹھ رکعت تراویح مسنون ہوں اور باقی مستحب۔

فصل (۲۹)

الحادی القدسی میں ہے:

تراویح سنت مؤکدہ ہے، جسے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو یا تین راتیں باجماعت ادا کیا پھر فرضیت کے اندیشے کے باعث ترک فرمایا پھر آپ ﷺ کے وصال کے بعد اندیشے سے امن کے باعث صحابہ نے اسے قائم کیا، لہٰذا یہ مؤکد ہوگئی یہاں تک کہ بالغ مردوں کے لیے بغیر عذر اسے ترک کی گنجائش نہیں رہی۔ ماہ رمضان کی ہر رات میں امام ہر مسجد میں باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

فصل (۳۰)

الکفایۃ حاشیۃ الہدایہ میں ہے:

تراویح کی اصل وہ روایت ہے جو نبی اکرم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ رمضان کے مہینے میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو بیس رکعت پڑھائی دوسری رات لوگ جمع ہوئے تو آپ تشریف لائے اور انہیں نماز پڑھائی جب تیسری رات آئی تو لوگ کثیر ہوگئے لیکن حضور حجرہ سے تشریف نہیں لائے، صبح کو فرمایا کہ تمہارے مسجد میں جمع ہونے کو میں نے جانا لیکن مجھے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے لہٰذا پھر لوگ اس نماز کو انفرادی طور پر گھر میں پڑھتے تھے اور یہ سلسلہ حضرت عمر کے زمانے تک رہا، پھر حضرت عمر نے ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کرنے کے بارے میں سوچا اور انھیں حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع کر دیا۔حضرت ابی بن کعب صحابہ کو پانچ ترویحے پڑھایا کرتے تھے اور ہر دو ترویحوں کے درمیان میں بیٹھا کرتے

تھے۔ کفایہ میں یہ بھی ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہمارے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت علی کی اتباع کرتے ہوئے امام مالک کے نزدیک اس کی چھتیس رکعتیں ہیں، لیکن ہم نے جو روایت کی وہ صحابہ وتابعین کے مابین مشہور ہے اور امام مالک کی روایت مشہور نہیں ہے، اسے اس بات پر محمول کیا جائے کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما ہر دو ترویحوں کے دوران چار رکعت منفرد نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اہل مدینہ کا مذہب ہے۔

فصل (۳۱)

کنز العباد میں ہے:

نفس تراویح سنت ہے اور اس کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا مستحب ہے ہدایہ میں ہے کہ اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت ہے جیسا کہ امام حسن بن زیادہ نے امام اعظم سے روایت کی ہے۔

فصل (۳۲)

ابوالمکارم نے شرح المختصر میں فرمایا:

''خلاصہ'' میں ہے کہ تراویح کی سنیت میں علما کے درمیان اختلاف ہے اور یہ اختلاف امام حسن کی روایت سے رفع ہو گیا جس کو آپ نے امام اعظم سے روایت کیا کہ تراویح سنت موکدہ ہے۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ایصال الراحۃ کو لغۃً ترویحہ کہا جاتا ہے اور اصطلاح شرع میں ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔

فصل (۳۳)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

دن ورات میں بارہ رکعتیں سنن رواتب ہیں، دو فجر سے قبل چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشا کے بعد اور جمعہ کی نماز میں چار رکعت جمعہ سے قبل اور چار رکعت جمعہ کے بعد۔ رمضان میں بعد نماز عشا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے، صاحبین کے نزدیک نماز وتر بھی سنت ہے۔ ایک قول کے مطابق نماز عید سنت ہے، نماز کسوف صحیح مذہب کی رُو سے سنت ہے لیکن اس کے وجوب کا قول بھی کیا گیا ہے۔ نماز کسوف

اورایک قول کے تحت نماز استسقا بھی سنت ہے۔ مستحب نمازیں درج ذیل ہیں چار رکعت عصر سے قبل، چار عشا سے قبل، دو رکعت ظہر کی دو رکعت کے بعد اور دو رکعت عشا کی دو رکعتوں کے بعد، چھ رکعت مغرب کی دو رکعتوں کے بعد، تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی مستحب نمازیں ہیں، ہر وہ نماز جو دخول مسجد کے بعد ہو تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوگی، کہا گیا بیٹھنے کے بعد دو رکعت پڑھے۔ احرام کی دو رکعت مستحب ہے ہر وہ نماز احرام کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہو جائے گی خواہ نماز فرض ہو یا نفل ہو یا صلوٰۃ الضحیٰ ہو جو احرام سے پہلے ہو صلوٰۃ الضحیٰ کی کم از کم چار رکعتیں اور اکثر بارہ رکعتیں ہیں، صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ الاستخارہ بھی مستحب ہے جیسا کہ شرح منیۃ المصلی میں مذکور ہے۔ صلوٰۃ الرغائب اور صلوٰۃ لیلۃ البراۃ اس پر کلام ہونے کے باوجود مستحب ہیں۔ امیر الحاج الحلبی کی کتاب شرح منیہ المصلی میں مذکور ہے۔

فصل (۳۴)

علامہ حموی حاشیۃ الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں:

ماتن کا قول ”بعد العشا فی لیالی رمضان“ میں اس بات کی طرف صراحت ہے کہ تراویح کا وقت عشا کے بعد وتر سے قبل ہے اور عبارت مذکورہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ تراویح قبل وتر اور بعد وتر ہر دو حالتوں میں جائز ہے اور یہی مذہب اصح ہے۔ ایک قول یہ بیان کیا گیا کہ تراویح کا وقت پوری رات ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ تراویح بعد عشا قبل وتر ہے، اسے علما کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ مصنف نے جو ذکر کیا کہ تراویح سنت ہے، اس کی صحت پر ظہیریہ وغیرہا میں صراحت ہے، یہ جان لیجیے کہ اصح مذہب کے مطابق تراویح کی قضا نہیں کی جائے گی کہا گیا تراویح رمضان کے ختم ہونے سے پہلے قضا کی جائے گی۔ یہ بھی کہا گیا کہ تراویح کی قضا اس وقت تک کی جاسکتی ہے جب کہ تراویح کی دوسری رات نہ آ جائے۔

فصل (۳۵)

الینابیع شرح القدوری میں ہے:

مشائخ کرام نے تراویح میں اختلاف کیا بعض نے اسے نفل نماز کہا اور بعض نے سنت، اصح

مذہب یہ ہے کہ وہ سنت ہے کیوں کہ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے یہی روایت کی۔

فصل (۳۶)

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

مشائخ کرام تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف رکھتے ہیں، لیکن یہ اختلاف اس روایت سے ختم ہو جاتا ہے جس کو امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کیا کہ تراویح سنت ہے۔

فصل (۳۷)

شرح الکنز للزیلعی میں ہے:

تراویح کے متعلق چند جگہوں میں کلام ہے پہلی اس کی صفت میں ہے وہ ہمارے نزدیک سنت ہے اس کو امام حسن نے امام اعظم سے روایت کیا ہے اور کہا گیا کہ تراویح مستحب ہے اول مذہب اصح ہے اس لیے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی۔

فصل (۳۸)

الکافی شرح الوافی میں ہے:

ماہِ رمضان میں دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت با جماعت تراویح مسنون ہے خواہ قبل وتر ہو یا بعد وتر۔ دو ترویحوں کے درمیان بقدر ترویحہ بیٹھے۔ تراویح کی مقدار میں کلام ہے، تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ دس سلام سے با جماعت بیس رکعت پڑھی اور امام مالک کے نزدیک تراویح چھتیس رکعت ہیں صحیح مذہب میں تراویح سنت ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ سے مروی ہے نیز حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رمضان کے روزے فرض اور اس کا قیام سنت قرار دیا اور یہ حضور سے صحت کے ساتھ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ راتیں اسے پڑھا اور ترک مواظبت کا عذر بیان کیا اور وہ عذر ہمارے اوپر فرضیت کا اندیشہ ہے پھر خلفا راشدین نے اس پر ہمیشگی فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی اتباع لازم ہے۔ تراویح مرد وزن دونوں کے لیے سنت ہے بعض رافضیوں نے اسے فقط مردوں کے لیے سنت بتایا اور بعض اسے سنت عمر بتاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

فصل (۳۹)

نورالایضاح میں ہے: تراویح مردوزن دونوں کے لیے سنت ہے۔

فصل (۴۰)

''المنافع'' میں ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اس کو با جماعت ادا کرنا مستحب ہے۔

فصل (۴۱)

''جواہرالاخلاطی'' میں ہے کہ تراویح سنت رسول ہے کہا گیا کہ سنتِ عمر ہے، لیکن اول قول اصح ہے۔

فصل (۴۲)

شیخ عابدالسندی المدنی طوالع الانوار حاشیۃ الدرالمختار میں فرماتے ہیں:

تراویح سنت موکدہ ہے۔ صاحب الھدایہ اور صاحب الظہیر یہ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ علما نے اس میں اختلاف کیا کہ تراویح سنت ہے یا نفل، امام حمیدالدین الضریر نے کہا کہ نفس تراویح سنت ہے لیکن اس کی جماعت مستحب ہے۔ امام حسن بن زیادہ نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ تراویح سنت ہے اس کو ترک کرنا جائز نہیں۔ خلاصہ میں ہے کہ مشائخ کرام نے تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف کیا لیکن یہ اختلاف امام حسن بن زیاد کی روایت سے رفع ہو گیا یہی قول صحیح ہے۔ جوامع الفقہ میں ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور جماعت تراویح واجب ہے جیسا کہ فرض نمازوں میں ہے۔ ذخیرہ میں ہے کہ اکثر مشائخ کرام تراویح کی جماعت کو سنتِ کفایہ کہتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض اور اس کا قیام اللیل سنت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے قیام اللیل کو سنت کیا جیسا کہ الکافی میں مذکور ہے۔ ماتن کا قول کہ خلفائے راشدین کی مواظبت کے باعث تراویح سنت ہے اس میں ماتن صاحب الھدایہ علامہ برہان مرغینانی کے تابع ہیں۔ ماتن کا یہ قول تغلیباً ہے اس لیے کہ تمام صحابہ سے تراویح پر ہمیشگی منقول نہیں بلکہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے اس پر مواظبت فرمائی، حضرت ابوبکر صدیق نے اس پر مداومت نہیں کی اور ان حضرات

سے عام صحابہ نے موافقت کی جیسا کہ کتب سنن میں وارد ہوا پھر لوگ اس عہد سے اب تک بلانکیر اس کو قائم کرتے رہے اور ایسا کیوں نہیں ہوتا جب کہ حضور سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ''میری اور میرے خلفائے راشدین کی پیروی تم پر لازم ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔'' اس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا۔

فصل (۴۳)

فتاویٰ ابراہیم شاہی میں ہے:

الفتاویٰ الحجة میں ہے کہ تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماعِ صحابہ ہے اور اس پر ائمہ کرام نے عمل کیا اور جس نے اس کی سنت ہونے کا انکار کیا وہ مبتدع گمراہ ہے اس کی گواہی مقبول نہیں۔ خانیہ میں ہے کہ تراویح مرد وزن دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے اور اس پر عہدِ رسالت سے خلف وسلف کا توارث چلا آرہا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، اس کو ترک کرنا مناسب نہیں۔ المنافع میں ہے کہ نفس تراویح سنت ہے اور اس کو باجماعت ادا کرنا مستحب ہے۔

فصل (۴۴)

فتاویٰ صدر الاسلام میں ہے:

ماہِ رمضان میں قیام اللیل مستحب ہے، اصح مذہب یہ ہے کہ وہ سنت ہے جیسا کہ امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی اس لیے کہ اس پر خلفائے راشدین نے مواظبت کی اور نبی اکرم ﷺ نے ترکِ مواظبت میں عذر بیان کیا اور وہ عذر ہم پر فضیلت کا اندیشہ ہونا تھا۔

فصل (۴۵)

الجوھرة النیرة شرح القدوری میں ہے:

لوگوں کا ماہ رمضان میں بعد نماز عشا جمع ہونا مستحب ہے پھر امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے۔ ماتن نے استحباب کا لفظ ذکر کیا اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے قیام رمضان کو تمہارے واسطے سنت بنایا۔ صاحبِ قدوری

کی مراد یہ ہے کہ تراویح کی باجماعت نماز مستحب ہے اسی لیے انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے، یہ نہیں فرمایا تراویح مستحب ہے۔

فصل (۴۶)

فتاویٰ تاتارخانی میں ہے:

اہل سنت و جماعت تراویح کو سنت رسول کہتے ہیں اس لیے آپ ﷺ نے دو راتیں تراویح ادا کی اور روافض اسے سنت عمر کہتے ہیں، اہل مکہ وتر کے ساتھ تئیس رکعتیں تراویح ادا کرتے تھے اور اہل مدینہ ترویحات کے درمیان جو نماز پڑھتے تھے اسے شامل کر کے چھتیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔

فصل (۴۷)

کتاب ''خواہر زادہ'' میں ہے:

تراویح کی اصل وہ روایت ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان مبارک کی ایک رات (گھر سے) نکلے اور بیس رکعت نماز پڑھائی جب دوسری رات آئی تو لوگ جمع ہوئے اور آپ نے انھیں بیس رکعت نماز پڑھائی جب تیسری رات آئی تو آپ (حجرے سے) تشریف نہیں لائے۔ صبح کو آپ نے (صحابہ سے) فرمایا مسجد میں مَیں تمہارے جمع ہونے کو جانتا تھا لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ نماز کہیں تم پر فرض نہ ہو جائے۔ لوگ حضرت عمر کے ابتدائی عہد میں منفرد نماز تراویح پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں فرمایا میری رائے یہ ہے کہ لوگ ایک امام کی اقتدا میں جمع ہو جائیں تو آپ نے سب کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں جمع فرما دیا اور انھوں نے بیس رکعت نماز پڑھائی۔

فصل (۴۸)

البرهان شرح مواهب الرحمن میں ہے کہ اصح مذہب ہے کہ بیس رکعت تراویح دس سلاموں کے ساتھ سنت ہے اسے مستحب بھی کہا گیا ہے۔

فصل (۴۹)

عینی شرح صحیح البخاری میں ہے:

ہمارے اصحاب نیز شوافع وحنابلہ نے اس حدیث کو حجت بنایا جس کو امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ سائب بن یزید سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں لوگ عہد عمر فاروق میں بیس رکعت قیام اللیل پڑھتے وحضرت عثمان وعلی کے عہد میں بھی اسی پر عمل رہا'' ۔''مُغنی'' میں حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا لہذا بیس رکعت تراویح اجماع کے مانند ہوگئیں۔ نیز عینی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اتباع و پیروی کے زیادہ حقدار ہیں۔

فصل (۵۰)

الطحطاوی حاشیة مراقی الفلاح میں ہے: تراویح سنت ہے اس پر صحابہ اور ان کے بعد امت کا اجماع ہے۔

فصل (۵۱)

المجتبیٰ شرح مختصر القدوری میں ہے تراویح کے سنت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

فصل (۵۲)

''خلاصہ'' میں ہے مشائخ کرام نے تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف کیا امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے جو روایت کی کہ تراویح سنت ہے اس سے یہ اختلاف رفع ہوگیا۔

فصل (۵۳)

صاحب الہدایہ مختارات النوازل میں فرماتے ہیں:

تراویح مرد و زن دونوں کے لیے سنت ہے، اس پر خلف کا سلف سے توارث ثابت ہے، اس طرح امام حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی اس لیے تراویح پر خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی۔ بعض رافضی کہتے ہیں کہ تراویح فقط مردوں کے لیے سنت ہے اور بعض رافضی یہ کہتے ہیں کہ تراویح اصلاً سنت نہیں کیونکہ اسے عمر نے قائم کیا۔ اہل سنت و جماعت کے پیش نظر حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے نیز حضرت علی نے حضرت عمر کی یہ کہہ کر تعریف وتوصیف کی کہ ''اللہ عمر کی قبر کو منور کرے کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا''۔

فصل (۵۴)

تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہے:

بہت سے علما نے تراویح کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اسے رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا اور ہمیں اس کی جانب رغبت دلائی اور خود بعض راتیں آپ نے اسے قائم کیا پھر امت پر فرض ہونے کے اندیشے سے ترک کر دیا۔

فصل (۵۵)

النہر الفائق میں ہے:

مصنف نے صاحب قدوری کے قول ''رمضان میں لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے تاکہ امام انہیں پانچ ترویحے نماز پڑھائے'' سے عدول کیا کیوں کہ اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے، صاحب عنایہ نے کہا اور صاحب البحر نے ان کی متابعت کی کہ عبارت مذکورہ میں نظر ہے جس پر استحباب کا حکم لگایا گیا ہے وہ لوگوں کا اجتماع ہے۔ صاحب قدوری کے کلام میں اس پر دلالت نہیں ہے کہ تراویح مستحب ہے حواشی سعدیہ میں صاحب قدوری کی جانب سے یہ جواب دیا کہ جب صاحب قدوری نے اصلاً تراویح کی صفت کے متعلق سکوت فرمایا اور لفظ استحباب کا تذکرہ کیا تو ظاہر ہے انھوں نے نماز و اجتماع دونوں کے مجموعے پر حکم لگایا اور آپ جانتے ہیں جو عنایہ میں ہے وہ اولیٰ ہے، اس لیے کہ بہت سے علما نے اس کے سنت ہونے پر اجماع بیان کیا جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اس کی بیس رکعتیں ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے۔

فصل (۵۶)

فصیح الدین نے شرح الوقایہ میں فرمایا:

الفتاوی الحجة میں ہے کہ تراویح سنت ہے جس نے اس کے سنت ہونے کا انکار کیا وہ گمراہ بدعتی ہے، اس کی گواہی ناقابل قبول ہے۔

فصل (۵۷)

شیخ الاسلام محمد بن احمد بن ابی بکر صاحبِ **مجمع الفتاوی** نے فرمایا کہ **خزانة الفتاوی** میں

فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہے یہی مذہب صحیح ہے۔

فصل(۵۸)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں کہا گیا کہ تراویح مستحب ہے لیکن قول اول صحیح ہے یعنی تراویح سنت ہے۔

فصل(۵۹)

خزانة المفتین میں ہے کہ تراویح مرد وعورت دونوں کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔

فصل(۶۰)

مجمع البرکات میں ہے:

الفتاوی الحجة میں ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس کا منکر گمراہ مبتدع ہے، اس کی شہادت غیر مقبول ہے۔ مضمرات میں ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے جیسا کہ شرح ابی المکارم میں ہے۔

خانیہ میں ہے کہ تراویح مرد وعورت دونوں کے لیے سنت ہے اس پر عہد رسالت سے اب تک نسلاً بعد نسل عمل درآمد ہے جیسا کہ کنز العباد میں مذکور ہے۔ اگر اہل شہر نے تراویح کو ترک کر دیا امام المسلمین ان سے قتال کرے سراجیہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔

فصل(۶۱)

شرعۃ الاسلام کی اٹھارہویں فصل، فضیلت النوافل میں ہے:

وتر کے علاوہ ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح نفلی عبادت ہے۔ تراویح میں ختم قرآن کیا جائے کیونکہ صحابہ کرام ایسا کرتے تھے اور طلوع فجر کے وقت گھر واپس آتے۔

فصل(۶۲)

غنیة الطالبین میں ہے:

نماز تراویح سنّتِ رسول ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات یا دو راتیں یا تین راتیں تراویح پڑھی پھر صحابہ نے آپ کا انتظار کیا لیکن آپ (حجرے سے) تشریف نہیں لائے اور (صبح

کو) فرمایا اگر میں (حجرے سے) نکلتا تو وہ تم پر فرض ہو جاتی پھر حضرت عمر کے عہد میں اس پر مداومت ہوئی اسی لیے ان کی جانب یہ منسوب کی جاتی ہے کیوں کہ آپ نے اس کی ابتدا کی۔

تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے لہٰذا کل پانچ ترویحے ہوئے، ان میں سے ہر چار رکعت ایک ترویحہ ہے۔ ہر دو رکعت میں نمازی نیت کرے کہ مَیں دو رکعت نماز پڑھ رہا ہوں خواہ نماز منفرد ہو یا امام ومقتدی۔

فصل (٦٣)

احیاء العلوم کے ساتویں باب میں ہے:

تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور اس کی کیفیت مشہور ہے، وہ سنت مؤکدہ ہے اگرچہ عید کی نماز سے کمتر ہے۔

فصل (٦٤)

صاحب البرجندی شرح مختصر الوقایہ میں لکھتے ہیں:

تراویح مسنون ہیں۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ دراصل ایک مرتبہ راحت وآرام پہنچانے کو کہتے ہیں۔ از روئے شرع چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ ہے۔ اس تعریف کی بنا پر ماتن کے قول **صلوٰۃ التراویح** میں اضافت بیانیہ ہے، ''مُغرب'' میں ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد قوم کے راحت وآرام کی وجہ سے اس کا نام ترویحہ رکھا گیا۔ اس تعریف کی رُو سے ترویحہ اس ساعت کا نام ہوا جس میں راحت وآرام حاصل کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اختصاص کی بنا پر نماز کی اس کی طرف اضافت کی گئی۔ یہ کہا جانا ممکن ہے کہ ترویحہ ان چار رکعتوں کا نام ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا۔ لفظ ترویحہ حضور ﷺ کے قول سے ماخوذ ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا اے بلال! نماز سے ہمیں راحت دو۔

تراویح سنتِ رسول ہے کیوں کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض اور اس میں قیام اللیل کو سنت کہا کافی میں یہی مذکور ہے۔ فخر الاسلام نے اپنے اصول میں ذکر کیا کہ تراویح سنت صحابہ ہے۔ یہ وہ سنت ہے جس کی تحصیل

مستحب اور جس کا ترک قابل ملامت ہے اور یہ اس سنت سے کمتر ہے جس پر حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مواظبت فرمائی۔ خلاصہ میں ہے کہ مشائخ نے تراویح کے سنت ہونے میں اختلاف کیا ہے لیکن یہ اختلاف امام حسن بن زیاد کی روایت سے منقطع ہو گیا۔ فتاوی الحجۃ میں منقول ہے کہ تراویح اجماع صحابہ کی بنا پر سنت مؤکدہ ہے اس کو ترک کرنے والا مبتدع ہے جس کی شہادت غیر مقبول ہے، تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ امام مالک کے نزدیک اس کی چھتیس رکعتیں ہیں، اگر لوگوں نے چھتیس رکعتوں کو جماعت سے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر سولہ رکعتوں کو منفرد پڑھا تو یہ مستحب ہے۔

اگر کسی امام نے دو مسجدوں میں علی وجہ الکمال تراویح پڑھائی تو ابو نصر سے منقول ہے کہ دونوں مسجدوں والوں کے لیے یہ جائز ہے۔ ابو بکر اسکاف سے مروی ہے کہ یہ جائز نہیں یہ موقف فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا اگر نمازی امام نہ ہو اور اس نے ایک مسجد میں نماز تراویح پڑھی پھر اس نے لوگوں کو دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے پایا اور ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لی تو اس میں کوئی حرج نہیں، ظہیریہ میں یہی مذکور ہے۔ خزانہ میں ہے کہ امام و غیر امام کے لیے مناسب ہے کہ جب وہ نماز تراویح پڑھ چکے اور اپنے گھر واپس جائے تو بیس رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے۔

تراویح کے وقت میں اختلاف ہے، بلخ کے متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ پوری رات طلوع فجر تک تراویح کا وقت ہے خواہ عشا سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں، قبل وتر یا بعد وتر ادا کی جائے۔ بخاریٰ کے تمام مشائخ کرام نے فرمایا کہ تراویح کا وقت عشا اور طلوع فجر کے مابین ہے اگر کسی نے نماز عشا سے پہلے تراویح پڑھی تو جائز نہیں اور اگر وتر کے بعد پڑھی تو جائز ہے۔ قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا یہ قول اصح ہے اسی طرح ظہیریہ میں مذکور ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ خلاصہ میں مذکور ہے کہ قول ثانی صحیح ہے، پھر جس کے نزدیک تراویح کا وقت بعد عشا وہ کہتے ہیں عشا کی سنتیں قبل تراویح پڑھنا مناسب ہے، قنیہ میں ہے جب امام تراویح پڑھانے کے لیے کھڑا ہو اور مقتدی کی سنت عشا باقی ہے تو مقتدی پہلے سنت پڑھے، پھر تراویح کی

قضا کرے۔

ہر چار رکعت کے بعد بقدر ترویحہ آرام کرے، پھر مخصوص جلسۂ استراحت مطلوب نہیں ہے، بلکہ دو ترویحوں کے درمیان بقدر ترویحہ انتظار امام اعظم کے نزدیک مستحب ہے اور اسی پر اہل حرمین کا عمل ہے۔ مگر یہ کہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے دوران طواف کرتے ہیں اور اہل مدینہ اس کے بدلے میں چار رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

ہر شہر والوں کو اختیار ہے کہ ترویحے میں تسبیح و تہلیل کریں یا خاموش بیٹھ کر انتظار کریں۔ بعض مشائخ نے کہا ترویحہ کے دوران نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن عام مشائخ کرام کا قول ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں اسی طرح ظہیریہ میں مذکور ہے۔

تراویح میں ختم قرآن مسنون ہے ہر رکعت میں دس آیتیں تلاوت کرے اس لیے کل تراویح کی رکعتیں تیس راتوں میں چھ سو ہیں اور قرآن مجید کی کل آیات چھ ہزار سے کچھ زائد ہیں جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں مرقوم ہے۔ جب تراویح کا کوئی شفع فاسد ہو جائے تو بعض علما نے کہا اس شفع میں جو قرأت کی گئی وہ شمار نہیں ہوگی تا کہ نماز جائزہ میں حصول ختم قرآن ہو اور بعض علما نے کہا اس قرأت کو شمار کیا جائے گا کیوں کہ مقصود قرأت ہی ہے۔

مشائخ بخاریٰ نے فرمایا ستائیسویں شب میں ختم قرآن مناسب ہے، اسی لیے بعض لوگوں نے قرآن کے پینتالیس رکوع کیے اور اسے مصاحف میں ثابت کیا تا کہ اسی رات میں ختم قرآن ہو سکے۔ جب ختم قرآن ہو جائے تو مہینے کے بقیہ دنوں میں جو چاہے قرأت کرے جیسا کہ ظہیریہ میں مذکور ہے۔

کسل قوم کی بنا پر ختم قرآن ترک نہ کیا جائے کیوں کہ یہی مقصود اصلی ہے۔ محیط میں مذکور ہے اگر کسی نے ایک مرتبہ تراویح میں ختم قرآن کر لیا پھر بقیہ مہینہ تراویح نہیں پڑھی تو یہ بغیر کراہت جائز ہے۔ ظہیریہ میں ہے قاضی امام ابو علی نسفی نے کہا اگر پوری قوم ختم قرآن کے باعث ملول ہو تو کوئی حرج نہیں کہ پوری نماز تراویح میں قرآن کا بعض حصہ پڑھے۔

خلاصہ میں ہے، خلف بن ایوب سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا دس

آیتیں تلاوت کرے پھر دوبارا پوچھا گیا تو آپ نے پانچ آیتیں فرمایا۔

قنیہ میں ہے ہمارے زمانہ میں متاخرین علما نے تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت تلاوت کرنے پر فتویٰ دیا حتی کہ قوم پر یہ گراں نہیں اور یہ عمدہ ہے۔

ملتقط میں ہے کہ تراویح میں امام اس قدر قرأت نہ کرے جس سے قوم میں تنفر پیدا ہو، کہا گیا کہ بقدر مغرب قرأت کرے، کہا گیا کہ بقدر عشا قرأت کرے، ماتن کے قول ''لکسل القوم'' تراویح میں سرعت جماعت کی طرف اشارہ ہے، صحیح مذہب میں یہی افضل ہے۔

رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہ کی جائے، ہدایہ اور کافی میں ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت مکروہ ہے۔ قدوری میں ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ ظہیریہ میں ہے کہ علما نے اس کو اختیار کیا کہ آدمی رمضان میں اپنے گھر میں وتر پڑھے، جماعت سے نہ پڑھے۔ قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ میرے نزدیک رمضان میں جماعت سے وتر پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

فصل (٦٥)

سجود تلاوت کا بیان

ان سجود تلاوت کے مسائل کے بیان میں جس پر اس شخص کو توجہ دینا ضروری جو قرآن پڑھے یا نماز میں سنے۔

صاحب کنز نے باب سجدۃ التلاوۃ میں فرمایا:

چودہ آیتوں سے سجدۂ تلاوت قاری اور سامع پر واجب ہوتا ہے۔ قاری خواہ امام ہو اگر چہ سامع نے بلا ارادہ آیت سجدہ کو سنا ہو یا سامع مقتدی ہو ہاں مقتدی کے آیت سجدہ پڑھنے سے امام پر سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر نمازی نے غیر نمازی سے آیت سجدہ سنی تو وہ نماز کے بعد سجدہ کرے اور اگر اس نے نماز ہی میں سجدہ کرلیا تو سجدہ کا اعادہ کرے گا نماز کا نہیں۔ اگر کسی نے امام سے آیت سجدہ سنی پھر اس کی اقتدا کی تو کہا گیا کہ وہ امام کے ساتھ سجدہ کرے بعد میں نہیں اور اگر اس کی کسی نے اقتدا نہیں کی تو

سجدہ کرے۔سجدۂ صلاتیہ کی قضا خارج نماز نہیں کی جائے گی۔اگر کسی نے خارج نماز آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت بھی ادا کرلیا پھر اسی آیت کو نماز میں دوبارہ سجدۂ تلاوت کرے اور اگر اس نے پہلے سجدۂ تلاوت نہیں کیا تو ایک ہی سجدہ کافی ہوگا جیسا کہ ایک مجلس میں کسی نے مکرر آیت سجدہ پڑھی (تو ایک ہی مرتبہ سجدہ تلاوت کرے گا) سجدۂ تلاوت کی کیفیت یہ ہے کہ نماز کے شرائط کے ساتھ دو تکبیروں کے درمیان بلا رفع یدین کیے، تشہد وسلام پڑھے بغیر سجدہ کرے۔

کوئی سورت پڑھے اور آیت سجدہ کو چھوڑ دے تو یہ مکروہ ہے اور اگر آیت سجدہ پڑھے اور سورت چھوڑ دے تو کوئی کراہت نہیں۔

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے باب سجود التلاوۃ میں فرمایا قرآن میں سجود تلاوت چودہ ہیں۔سورۂ اعراف کے آخر میں، سورۂ رعد، سورۂ نحل، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ مریم، سورۂ حج کا پہلا سجدہ، سورۂ فرقان، سورۂ نمل، سورۂ الم تنزیل، سورۂ ص، سورۂ حم السجدہ، سورۂ نجم، سورۂ اذا السماء انشقت، سورۂ علق۔جیسا کہ مصحف عثمان میں لکھا ہے اور یہی معتمد علیہ ہے۔

سورۂ حج کا دوسرا سجدہ ہمارے نزدیک نماز کا سجدہ ہے حم السجدہ میں موضعِ سجدہ اللہ تعالیٰ کا قول **لا یسأمون** ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔احتیاط کے سبب یہی اخذ کیا گیا ان مذکورہ مواضع میں تالی اور سامع دونوں پر سجدہ واجب ہے خواہ قرآن سننے کا قصد کیا ہو یا نہیں کیا ہو کیوں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سجدہ کرنا اس پر واجب ہے جس نے آیت سجدہ سنی یا پڑھی کلمۂ علی ایجاب کے لیے ہے اور یہ قصد کے ساتھ مقید نہیں۔

امام نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ کرے اور امام کی التزام متابعت کے باعث مقتدی بھی سجدے کریں۔جب مقتدی نے آیت سجدہ تلاوت کی تو ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک نہ امام سجدہ کرے گا اور نہ ہی مقتدی، نہ نماز کے اندر اور نہ ہی نماز سے فراغت کے بعد۔امام محمد کے نزدیک نماز سے فراغت کے بعد امام اور مقتدی دونوں سجدہ کریں گے کیوں کہ سبب متقرر ہو چکا اور مانع کوئی نہیں، برخلاف نماز کی حالت کے اس لیے کہ یہ وضع امامت یا وضع تلاوت کے خلاف کی جانب پہنچانے والا ہے۔شیخین کی دلیل یہ ہے کہ مقتدی کو قرأت سے روک دیا گیا کیوں کہ اس

پر امام کا تصرف نافذ ہے اور مجور کے تصرف کا کوئی حکم نہیں۔ برخلاف جنبی اور حائضہ کے، ان کو قرأت سے منع کیا گیا مگر یہ کہ حائض کی تلاوت ہے اس پر سجدہ واجب نہیں ہوگا، جس طرح اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا کیوں کہ حایضہ عورت میں نماز کی اہلیت معدوم ہے برخلاف جنبی کے۔

اگر کسی شخص نے خارجِ نماز آیت سجدہ کو سنا تو وہ سجدہ کرے یہ ہی قول صحیح ہے اس لیے کہ مجور ہونا مقتدیوں کے حق میں ثابت ہوا لہٰذا ان سے تجاوز نہیں کرے گا اگر مقتدیوں نے نماز کی حالت میں کسی ایسے شخص سے آیت سجدہ سنا جو ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے تو وہ اس سجدہ کو نماز میں ادا نہ کریں کیوں کہ وہ نماز کا سجدہ نہیں ہے اس لیے کہ ان لوگوں کا اس سجدہ کو سننا نماز کے افعال میں سے نہیں ہے نماز کے بعد سجدہ کریں کیوں کہ اس کا سبب متحقق ہو چکا۔ اگر نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ کفایت نہیں کرے گا کیوں کہ یہ نہی کی موجودگی میں ادا ناقص ہے پس اس سے کامل ادا نہ ہوگا۔

اس سجدے کا اعادہ کریں کیوں کہ اس کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور نماز کا اعادہ نہ کریں اس لیے محض سجدہ کرنا احرام نماز کے منافی نہیں ہے، نوادر میں ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ انہوں نے ایسا سجدہ بڑھایا ہے جو نماز میں سے نہیں ہے اور کہا گیا کہ یہ امام محمد کا قول ہے۔

اگر امام نے آیت سجدہ تلاوت کی اور ایسے شخص سے سنا جو امام کے ساتھ نہیں، امام کے سجدہ کرنے کے بعد وہ شخص امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو اس پر سجدہ کرنا واجب نہ رہا کیوں کہ یہ شخص رکعت پانے سے سجدہ پانے والا ہو گیا اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے وہ امام کے ساتھ داخل ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ کرے کیوں کہ اگر اس نے آیت سجدہ کو سنا بھی نہ ہوتا امام کے ساتھ اس پہ سجدہ واجب ہوتا پس اب بدرجہ اولیٰ واجب ہے اور اگر وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہوا تو یہ سجدہ کرے اس لیے کہ سبب متحقق ہو چکا ہے۔

ہر وہ سجدہ جو نماز میں واجب ہوا اسے نماز میں ادا نہ کیا تو خارج نماز اس کی قضا نہیں ہوگی کیوں کہ یہ نماز کا سجدہ ہے اور اسے نماز کی فضیلت حاصل ہے، لہٰذا وہ ناقص سے ادا نہیں ہوگا۔ اگر

کسی نے آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا پھر وہ نماز میں داخل ہوا اور اس آیت سجدہ کو دوبارہ تلاوت کیا اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں سے کفایت کرے گا اس لیے کہ دوسرا سجدہ اقوی ہے اس لیے کہ وہ نماز کا سجدہ ہے لہٰذا وہ پہلے سجدہ کو متضمن ہوگا۔نوادر میں ہے کہ دوسرا سجدہ نماز سے فراغت کے بعد کرے کیوں کہ پہلے سجدے کو تقدم کی قوت حاصل ہے۔اس لیے دونوں برابر ہوگئے۔ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دوسرے سجدے کو مقصود سے متصل ہونے کی قوت حاصل ہے اس لیے دوسرے سجدہ کو ترجیح ہوگئی۔

اگر (خارج نماز) آیت سجدہ تلاوت کر کے سجدہ کرلیا پھر نماز میں داخل ہوکر اس آیت کی تلاوت کی تو سجدہ کرے کیوں کہ دوسرا سجدہ تو تابع بنانے والا ہے اور اول سجدے کے ساتھ اس کو لاحق کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، اس لیے یہ سبب پر تقدم حکم کا باعث ہوگا اگر کسی نے ایک مجلس میں ایک آیت سجدہ کو مکرر پڑھا تو اسے ایک ہی سجدہ کافی ہے اور اگر اس نے آیت سجدہ کو ایک مسجد میں تلاوت کیا اور سجدہ کرلیا پھر کہیں جاکر واپس آیا پھر اس آیت سجدہ کو پڑھا تو دوبارہ سجدہ کرے اور اگر اس نے پہلی مجلس کا سجدہ نہیں کیا تو اس پر دو سجدے واجب ہوں گے۔

اصل یہ ہے کہ دفع حرج کے لیے سجدہ کا مدار تداخل پر ہے اور یہ سبب میں تداخل ہے نہ کہ حکم میں اور عبادات میں یہی تداخل زیادہ مناسب ہے اور ثانی عقوبات کے زیادہ مناسب ہے اور تداخل کا ممکن ہونا اتحاد مجلس کے وقت ہے، اس لیے کہ مجلس متفرق چیزوں کو جمع کرتی ہے پس جب مجلس مختلف ہوگی تو حکم اصل کی طرف عود کرے گا اور مجلس محض کھڑے ہونے سے مختلف نہیں ہوتی برخلاف مخیّرہ کے۔اس وجہ سے کھڑا ہونا اعراض کی دلیل ہے اور اعراض کرنا یہاں اختیار کو باطل کرتا ہے اور تانا تننے کی آمد و رفت میں وجوب سجدہ مکرر ہوگا اور اصح قول کی بنا پر ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونے میں بھی یہی حکم ہے اور احتیاط کی وجہ سے یہی حکم کھلیاں روندنے میں ہے۔اور اگر سننے والے کی مجلس بدل گئی نہ کہ تلاوت کرنے والے کی تو سامع پر وجوب مکرر ہوگا کیوں کہ سجدہ واجب ہونے کا سبب اس کے حق میں تلاوت کا سننا ہے اور اسی طرح اگر بغیر سامع کے تالی کی مجلس بدل گئی اس بنا پر جو کہا گیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ سننے والے

پر وجوب مکرر نہیں ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کی ہے۔

جس نے سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ تکبیر کہے اور ہاتھ نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر اٹھالے نماز کے سجدے پر قیاس کرتے ہوئے اور یہی ابن مسعود سے مروی ہے اور اس پر نہ تشہد ہے اور نہ سلام ہے کیوں کہ سلام تو نماز سے نکلنے کے لیے ہے اور وہ تقاضا کرتا ہے سبقت تحریمہ کا اور تحریمہ معدوم ہے۔

امام محمد نے کہا نماز یا غیر نماز میں سورت پڑھنا اور آیت سجدہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے کیوں کہ یہ فعل سجدے سے منھ موڑنے کے مشابہ ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آیت سجدہ کو پڑھے اور اس کے علاوہ کو چھوڑ دے کیوں کہ یہ تو سجدے کی طرف پیش قدمی ہے امام محمد کا قول ہے کہ میرے نزدیک محبوب بات یہ ہے کہ آیت سجدہ سے پہلے ایک یا دو آیتیں پڑھ لے تفصیل کے وہم کو دور کرنے کے لیے اور علما نے اس کے اخفا کو مستحسن سمجھا ہے، سننے والوں پر شفقت کے پیش نظر۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل (٦٦)

ختم قرآن کے بعض مسائل

چھیاسٹھویں فصل ان فوائد کے بیان میں جس پر اس شخص کو توجہ دینا ضروری ہے جو تراویح میں ختم قرآن کرے۔

الفائدة الاولیٰ - دوسری رکعت میں ختم قرآن کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ بقرۂ کی ابتدائی آیتیں پڑھے، جس کی صراحت کتب فقہ اور کتب احادیث میں ہے، جو شخص ختم قرآن کریم کرے وہ جب پہلی رکعت میں معوذتین سے فارغ ہو تو رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو اور فاتحہ الکتاب اور سورۂ بقرہ کی کچھ آیتیں پڑھے اور اس لیے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ختم قرآن کرنے والے سے، شروع کرنے والا بہتر شخص ہے۔

الفائدة الثانية - بسم اللہ قرآن کی علیحدہ سورت ہے، لہٰذا ختم قرآن میں کسی بھی سورت کے شروع میں جہراً پڑھنا ضروری ہے۔ بحر العلوم قدس سرہٗ نے ''شرح تحریر الاصول'' میں فرمایا

احناف نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت ہے جواس لیے نازل کی گئی تا کہ سورۂ براۃ کے علاوہ دیگر سورتوں کا اس سے افتتاح ہو اور یہ ان کے درمیان فاصلہ کرے یہ سورتوں کا جز نہیں ہے اور نہ ہی مکرر آیتیں ہیں، لہٰذا ختم قرآن مجید میں کسی بھی سورت کی ابتدا میں اسے پڑھنا لازم ہے۔

الفائدة الثالثة - اہل قرآن اور ائمہ الامصار نے فرائض کے علاوہ میں ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھنا مستحسن جانا ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے کہ ختم قرآن کریم کے وقت تین مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھنا بعض مشائخ کرام نے مستحسن قرار نہیں دیا، فقیہ ابواللیث نے فرمایا اسے اہل قرآن اور ائمہ امصار نے اچھا سمجھا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اگر ختم قرآن فرض نمازوں میں ہو تو ایک مرتبہ پر اضافہ نہ کرے۔

☆☆☆

مصنف کی تحقیق

گذشتہ صفحات میں فقہائے سلف کی کتابوں سے اختصار کے ساتھ کچھ عبارتیں نقل کیں۔ اب میں کہتا ہوں، معتمد و مشہور کتب مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ احناف کے جلیل القدر مشائخ کرام کے اقوال اس پر واضح ہیں کہ صحیح قول کی بنا پر تراویح سنت ہے، انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ اور علمائے مجتہدین فی المذہب اور مجتہدین فی المسائل سے منقول صریح نقل پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے اور مرجوح اور غیر معتمد ہونے کی بنیاد پر علمائے عظام نے تراویح کے استحباب کے قول کا اعتبار نہیں کیا۔ سنت سے ان کی مراد سنت موکدہ ہے اکثر روایات میں تطبق دیتے ہوئے انہوں نے مطلق کو مقید پر محمول کیا کیوں کہ اصول فقہ کے قاعدے کی رُو سے اکثر مطلق کو کامل کی جانب پھیرا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سنت مؤکدہ غیر مؤکدہ کے مقابلے میں زیادہ کامل ہے، ان اقوال سے ظاہر ہو گیا کہ فقہا نے ثابت کر دیا کہ تراویح بیس رکعت ہی سنت ہے اور تعداد کی اس خصوصیت کو انہوں نے صحیح احادیث اور اجماع صحابہ کے چمکتے ہوئے دلائل سے ثابت کر دیا، اگر اس باب میں دلوں میں شکوک و اوہام سر اٹھائیں تو انہوں نے اس کو جڑ سے اکھاڑ

پھینکا، اوران اوہام سے پردہ اٹھادیا۔

اگر تیرے سینے میں اس بات سے خلجان ہو کہ حضرت عمر نے اپنے قول **نعمت البدعة هذه** سے تراویح کے بدعت ہونے کی صراحت فرمائی اور بعض علمائے عظام نے بدعت حسنہ مستحبہ کی مثال میں تراویح کو پیش کیا؟ تو ہم اس خلجان واشکال کو اس طرح زائل کرتے ہیں کہ تراویح کو بدعت حسنہ کہنے میں حضرت عمر کے پیش نظر تراویح کی وہ حالت اجتماعی اور اس کی جماعت کا التزام نیز اس کا اس نہج پر اہتمام واعتبار تھا اور ان تمام چیزوں کے عہدِ رسالت کے بعد پیدا ہونے اور بدعت مستحبہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نفس تراویح، قیام رمضان اور تراویح کی بیس رکعتیں بدعات مستحبہ میں سے ہیں اگر کسی کو اس روایت سے اشکال پیدا ہو جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور وہ یہ گمان کرے یہ روایت اس حدیث کے معارض ہے جس میں تراویح کا بیس رکعت سنت ہونا مذکور ہے نیز یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی اور اس میں ایک راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لہٰذا حدیث ضعیف (جو صحیح کے معارض بھی ہو) کو دلیل بنانا صحیح نہیں تو اس کے شک کے پردے کو ہم چاک کرتے ہیں اور اس کے اشکال کا جواب دیتے ہیں: (۱) اصولی قاعدے کی رُو سے مثبت (جو کسی شے کو ثابت کرے) نافی (جو کسی شئی کی نفی کرے) مقدم ہوتا ہے۔ مجمع البحار میں ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات راوی نے کیسے کہی کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر اضافہ نہیں کرتے تھے حالانکہ آپ نے دو راتیں لوگوں کو بیس رکعت پڑھائی اور تیسری رات فرضیت کے سبب (حجرے سے) تشریف نہیں لائے، تو میں کہوں گا کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔

(۲) وہ روایت جس میں گیارہ رکعت سے زائد کی نفی ہے نماز تہجد پر محمول ہوگی جو پورے سال رمضان اور غیر رمضان میں اکثر اس مقدار میں ادا کی جاتی اور یہی اس روایت کا صحیح محل ہے، جو تعارض فی الروایتین کو ختم کر دیتا ہے اور یہ بیس رکعت کے سنت ہونے کی روایت کے بھی منافی

نہیں۔

اب رہا ابن ابی شیبہ کی سند میں راوی کا محدثین کے نزدیک ضعیف ہونا اولاً تو راوی کا محدثین کے نزدیک ضعیف ہونے سے اس کا فقہا اور محققین کے نزدیک ضعیف ہونا لازم نہیں آتا۔ثانیاً وہ روایت جس کو فقہائے کرام نے اختیار کیا اس میں ضعیف راوی مذکور نہیں۔لہٰذا حدیث کی اسانید میں سے کسی سند اور اس طرق میں سے کسی طریق میں راوی کا ضعف مطلقاً حدیث کے ضعف کا فائدہ نہیں دیتا،تا کہ وہ ضعف حجت بنانے کے بطلان کی جانب مروی ہو۔یہی نہج سابق مجتہدین نے اختیار کیا۔

کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ حدیث اس مجتہد کے نزدیک صحیح ہے لہٰذا دوسروں کا اس کو ضعیف قرار دینا اس مجتہد کے مقلدین کے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔

مزید براں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کو حجت بنانا اور اس پر عمل کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ ملا علی قاری نے موطا امام محمد کی شرح میں حافظ سیوطی اور ابن حجر سے حدیث کے ضعف اور عدم زیادتی والی حدیث کا معارضہ نقل کرنے کے بعد فرمایا ’’یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس کو علم حضرت عائشہ کے طریق کے علاوہ بھی ہے‘‘۔

بہرحال فضائل اعمال میں سب کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے،واللہ اعلم۔

ہمارے لیے وہ روایت کافی ہے جس کو امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے تو بغیر کسی نکیر کے یہ اجماع کے مثل ہو گیا اور کون اس اجماع کا انکار کرے گا خصوصاً جب کہ حدیث میں وارد ہوا کہ تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کی راتوں میں بیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عائشہ کا کلام نماز تہجد کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فقہا اور اصولیین کے اقوال کے تتبع سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ مذہب حنفیہ میں رمضانِ مبارک کی راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا سنتِ موکدہ ہے اور تراویح کی جماعت سنت کفایہ اور اس میں ایک مرتبہ ختم قرآن سنت موکدہ ہے۔

ترک سنت اسائت ہے

خاتمہ: یہ خاتمہ ترک سنت کے اساءت ہونے کے بیان میں ہے، ہم علامہ عبدالحی فرنگی محلی کے رسالہ مذکورہ **تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار** سے ترک سنت کی اساءت کے متعلق کچھ ذکر کرتے ہیں:

(۱) تلویح میں ہے کہ ترک واجب حرام ہے، جس سے آدمی عقوبت بالنار کا مستحق ہوتا ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک حرام کے قریب ہے جس سے شفاعتِ رسول سے محرومی کا سزاوار ہوتا ہے کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا۔ قرب حرام کے معنی یہ ہیں کہ عقوبت و سزا کا اندیشہ ہے جہنم کی سزا کا مستحق ہونا نہیں، جیسے شفاعت رسول سے محرومی۔

(۲) تحقیق میں ہے شمس الائمہ نے فرمایا سنت کا حکم اس کی اتباع و پیروی کرنا ہے اس لیے کہ دلیل سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دین کے جس راستے پر چلے اس کی اتباع کی جائے گی اسی طرح آپ کے بعد صحابہ کرام کا مسلوک راستہ متبع ہے اور یہ اتباع مطلق سنت سے ثابت ہے جو وصف فرضیت و وجوبیت سے خالی ہے لیکن اگر وہ سنت شعائر اسلام سے ہو جیسے نماز عید، اذان و اقامت، نماز باجماعت تو یہ سنت عملاً واجب کے معنی میں ہے، اس لیے کہ یہ ایسا طریقہ ہے جس کو زندہ کرنے کا ہمیں اللہ کے اس فرمان میں حکم دیا گیا کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة.** نیز اللہ کا ارشاد عالی ہے **وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا** (رسول جو تمہیں عطا کریں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو)۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اور ایک دیگر جگہ ارشاد فرمایا ''جس نے میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت نہیں پائے گا''۔ لہٰذا ترک عمل دنیا میں ملامت کا

موجب ہے اور آخرت میں شفاعت سے محرومی ہے۔

(۳) کشف اصول البزدوی میں اسی طرح مذکور ہے پھر آپ نے فرمایا سنت اور اس کے حکم کی تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں لیکن اختلاف اس میں ہے کہ لفظ سنت کا اطلاق سنت رسول پر ہوگا یا یہ سنت رسول اور سنت غیر رسول دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ راوی جب کہتا ہے **من السنة کذا** تو ہمارے عام متقدمین اصحاب اور اصحاب شافعی اور جمہور اصحاب حدیث کے نزدیک اسے سنت رسول پر محمول کیا جائے گا۔ صاحب المیزان کا بھی یہی مذہب ہے۔

ہمارے اصحاب میں شیخ ابوالحسن کرخی اور اصحاب شافعی میں ابوبکر صیرفی کے نزدیک بغیر دلیل کے اسے سنت رسول پر محمول کرنا ضروری نہیں۔ قاضی ابوزید اور شیخ فخر الاسلام، شمس الائمہ اور متاخرین تابعین کا بھی یہی مذہب ہے۔

اسی طرح کا اختلاف قول صحابی **امرنا بکذا او نھینا عن کذا** میں ہے۔ ان علمائے کرام نے اس میں اس سے استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرام نے ان احکام کو سنت قرار دیا جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ حضورﷺ نے شارب خمر کو چالیس کوڑے لگائے، حضرت ابوبکر و عمر نے بھی چالیس کوڑے لگائے اور یہ سب سنت ہے۔ حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی اتباعِ سنت لازم ہے۔ اس شیخین کے طریقے پر لفظ سنت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اور سلف بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے طریقے پر سنت کا اطلاق کیا کرتے تھے۔

(۴) قہستانی کی المسعودیہ کے مقدمۃ الصلوٰۃ میں ہے جس نے کسی چیز کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھا اور اس پر عمل کیا تو وہ مومن سنّی ہے اور جس نے سنت کا اعتقاد نہیں رکھا اور اس پر عمل بھی نہیں کیا تو وہ مومن عاصی ہے۔ علامہ تمرتاشی نے فرمایا کہ تارک سنت صحیح قول کی رُو سے گنہگار ہے۔ ابوالیسر نے کہا تارک سنت قابل مذمت ہے، ساتھ ہی اس پر تھوڑا سا گناہ بھی لاحق ہوگا۔ امام محمد ترکِ سنت پر اصرار کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان سے قتال کیا جائے گا اور امام ابو

یوسف نے ان کے متعلق فرمایا انھیں تادیبی سزا دی جائے گی اور کسی سنت کے انکار کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ النظم وغیرہا میں ہے کہا گیا ہے کہ بعض علما کے نزدیک انکار سنت کے باعث تکفیر کی جائے گی، اسی طرح استخفاف سنت کی بنا پر بھی تکفیر ہوگی جیسا کہ خزانۃ میں مذکور ہے۔

خلاصہ میں ہے اگر کسی نے کاہلی کی بنا پر بلا عذر سنت کو ترک کیا تو اس کا فرض قبول نہیں کیا جائے گا۔ سنن زوائد کا تارک نہ عقاب کا مستحق ہے اور نہ عتاب کا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ترک میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ تحقیق میں مذکور ہے، لہٰذا سنن زوائد حکم میں مستحب کے قریب ہے لہٰذا اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵) بزازیہ میں ہے کسی آدمی نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی کھانا کھاتے تو اپنی انگلیاں چاٹ لیتے تھے تو کسی نے کہا ''یہ بے ادب طریقہ ہے'' تو ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر کہا گیا کہ ناخون کا تراشنا سنت ہے تو کسی نے کہا ''میں تو نہیں تراشوں گا'' اگر چہ یہ سنت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب کسی نے کسی سنت یا حضور کی کسی حدیث کو کمتر اور ہلکا سمجھا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(۶) فصول عمادیہ میں ہے ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ ''سفید کپڑے پہن کیوں کہ یہ سنت رسول ہیں''، تو دوسرے شخص نے جواب دیا کہ ''اگر یہ سنت ہے تو............(یہاں لفظ سمجھ میں نہیں آسکا) اس لیے کہ وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں''، کہا گیا کہ یہ سنت رسول کا استخفاف ہے اور یہ کفر ہے۔

کسی آدمی نے دوسرے سے کہا اپنے سر کا حلق کراؤ اور ناخون کو ترشواؤ کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے تو اس شخص نے کہا ''اگر چہ یہ سنت ہے، لیکن میں نہیں کروں'' تو یہ کفر ہے اس لیے کہ اس نے یہ رد اور انکار کے طور پر کہا۔ یہی حکم تمام سنتوں میں ہے خصوصاً ان مشہور سنتوں میں جن کا ثبوت تواتر سے ہے جیسے مسواک وغیرہ۔ محمد بن مقاتل سے مروی ہے اگر کسی شہر کے باشندے ترک مسواک پر اتفاق کرلیں تو ہم اکین سے قتل وقتال کریں گے جیسے کفار سے کرتے ہیں۔

(۷) تجنیس، محیط وغیرہ میں ہے کہ کسی آدمی نے سنت کو حق نہ سمجھتے ہوئے اسے ترک کیا تو اس نے

کفر کیا کیوں کہ یہ سنت کا استخفاف ہے اور اگر وہ اس سنت کو حق سمجھتا ہے پھر اس نے اسے ترک کیا تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، صحیح قول یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا اس لیے کہ ترک سنت میں وعید وارد ہوئی ہے۔

(۸) قنیہ میں بقالی کی جامع التفاریق سے نقل ہے کہ امام محمد سے مروی ہے کہ کسی شہر والوں نے اذان یا کسی سنت کو ترک کیا تو ان سے قتال کیا جائے گا اور اگر کسی ایک شخص نے چھوڑا تو اسے میں ماروں گا اور قید کر دوں گا۔ امام ابو یوسف سے نقل ہے کہ ترک سنت پر ان لوگوں سے قتال نہیں کیا جائے گا ان سے یہی منقول ہے کہ ترک اذان پر قتال کیا جائے گا، نصیر سے مروی ہے کہ ترک وتر میں تادیبی سزا دی جائے گی اور مسواک میں قتال کیا جائے گا۔

صاحب رسالہ علامہ عبدالحی فرنگی محلی نے فرمایا الغرض ترک سنت بر سبیل استخفاف واستہزا ہو اگر چہ وہ سنن زوائد ہی میں سے کیوں نہ ہو، کفر ہے۔ سنت کا عمداً ترک کرنا بر سبیل استخفاف نہ ہو مکروہ تحریمی ہے، جو گناہ وعتاب کو واجب کرتا ہے، اگر وہ سنت موکدہ ہو خواہ سنت رسول ہو یا سنت صحابہ۔ بحر، نہر، درمختار وغیرہ کی کچھ جگہوں میں ہے کہ ''سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تنزیہی ہے'' یہ ایسا قول ہے جس پر کان نہیں دھرے جائیں گے۔

یہ رسالہ مذکورہ کی ملخصاً عبارت تھی۔

☆☆☆

تراویح کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

علامہ ومولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے کی نقل میں اس فتوے کو رسالۃ الفوائد سے نقل کیا ہے، جس کو مولوی رفیع الدین مراد آبادی نے تالیف کیا یہ شاہ عبدالعزیز کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اس کے علاوہ اسے رسالۃ التراویح سے نقل کیا ہے جس کو مولوی عالم علی مراد آبادی نے تالیف کیا ہے۔

سوال : فقہائے کرام نے تراویح کو سنتِ رسول کہا اور بعض حضرات اسے سنتِ عمر کہتے ہیں اور انہوں نے فتاویٰ میں اس نماز کے متعلق بہت سے فروعات ذکر کیے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عمل سے جو چیز ثابت ہے وہ یہی نماز تہجد تھی کہ ایک یا دو مرتبہ حضور علیہ السلام نے اسے باجماعت ادا کیا۔ بخاری میں صراحت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتے تھے مگر ایک دوسری حدیث میں آپ کا بیس رکعت پڑھنا بھی آیا جس کو علمائے کرام نے ضعیف قرار دیا، پس اسے سنت کہنا اور اس کو مؤکدہ جاننا اور اس پر یہ ان فروعات کو متفرع کرنا کہ یہ ایسے کرے گا تو تراویح ہوگی اور ایسا ہوگا تو تراویح نہیں ہوگی یہ کہاں سے ثابت ہے نیز اگر کوئی گیارہ رکعتوں پر اکتفا کرے تو اسے تارک سنت نہیں ہونا چاہیے؟

جواب : بابِ تراویح میں جیسا کہ یہ صحیح حدیث وارد ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث وارد ہوئی کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں (عبادت و ریاضت میں) جتنی کوشش کرتے تھے اتنی کسی اور ماہ میں نہیں کرتے۔

ان دونوں روایتوں میں وجہ تطبیق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آنحضرت ﷺ کا نماز کی مقدار و کیفیت کی زیادتی غیر رمضان پر صریح دلالت کرتی ہے اور وہ روایت جو رمضان میں زیادتی عبادت کی نفی کرتی ہے وہ نماز تہجد پر محمول ہے کیوں کہ وہ نماز رمضان اور غیر رمضان دونوں میں یکساں تھی، جو اکثر وتر کے ساتھ گیارہ رکعتیں ہوتی تھی اور اس پر محمول کرنے پر دلیل یہ ہے کہ

راوی حدیث حضرت ابوسلمہ روایت کے تتمے میں فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر سے پہلے سوتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ وتر سے پہلے سونا نماز تہجد کے علاوہ کسی نماز میں متصور نہیں ہوسکتا۔

گیارہ رکعت سے زیادہ کی روایات نماز تراویح پر محمول ہوں گی، اس وقت تراویح عرف عام میں قیام رمضان سے موسوم تھی۔ لوگ قیام رمضان کتنے رکعت پڑھتے تھے؟ روایات صحیحہ مرفوعہ میں اس کی تعیین نہیں ہے لیکن الفاظ مذکورہ اور حضور ﷺ کی جدوجہد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعداد زیادہ تھی۔ مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت وتر کے علاوہ پڑھتے تھے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ یہ حدیث ابوبکر ابن شیبہ کے دادا ابوشیبہ سے مروی ہے۔ ابوبکر بن شیبہ کے دادا میں اس قدر ضعف نہیں ہے کہ ان کی روایت مطلق متروک ہو، ہاں اگر صحیح حدیث کے معارض ہوگی تو ساقط ہو جائے گی اور یہ جو وہم ہو رہا ہے کہ یہ روایت حضرت عائشہ والی حدیث کے معارض ہے حالانکہ درحقیقت یہ اس روایت کے معارض نہیں، لہٰذا یہ حدیث حجت کی رُو سے سلامت ہے اور ایسا کیوں نہ ہو صحابہ کرام کا طرز عمل اس کی تائید و توثیق کر رہا ہے۔ امام بیہقی نے سائب بن یزید سے صحیح سند کے ساتھ روایت کی صحابہ کرام ماہِ رمضان میں عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں بیس رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ امام مالک نے مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت کی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں گیارہ رکعت کا ذکر بھی آیا ہے۔

امام بیہقی نے ان دونوں روایتوں کو جمع کیا کہ پہلے صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کی نماز تہجد کی مشہور تعداد گیارہ رکعت کو تراویح اور نماز تہجد کے مابین علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے اختیار کیا اور وہ علت ان دونوں نمازوں کا صلوٰۃ اللیل ہونا ہے اور جب ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگی کہ آپ ﷺ اس مہینے میں اس مقدار سے زیادہ قیام اللیل فرماتے اور بیس رکعت تک آپ

نے پڑھی ہیں تو صحابہ کرام نے تیئس رکعتوں کو اختیار کیا اور پھر اسی تعداد پر اجماع ہو گیا بعد کی نسلوں کے حق میں یہ تعداد تحقیق اجماع کے بعد ضروریات میں سے ہو گئی کیوں کہ اس میں فقہائے اسلام نے سختی اختیار کی اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ تحقیق اجماع کے بعد اس میں مزید تاکید پیدا ہو گی جو اس سے پہلے نہیں تھی خصوصاً جب کہ وہ امر مجمع علیہ اہل حق کی جماعت کا شعار اور اہل بدعت سے ما بہ الامتیاز پنج وقتہ نماز میں سنن رواتب میں صحابہ کے بعد تاکید اس حد تک پہنچی جو اس سے قبل نہیں تھی جیسا کہ روایات واحادیث کے تتبع و تلاش سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس عدد بیس کو اختیار کرنے میں دوسری وجوہ بھی موجب ترجیح ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ غیر رمضان میں صلوۃ اللیل یعنی تہجد کی نماز گیارہ رکعت وارد ہوئی ہیں اور رمضان میں جو کہ عبادت میں سعی و کوشش کا وقت ہے اضافہ کر دیا۔ پنج وقتہ نماز میں سنن رواتب کی تعداد اکثر شوافع کے نزدیک دس کو پہنچتی ہے وہ بھی (رمضان میں بیس رکعت دوگناہ) ہو جاتی ہیں۔ اس جگہ ایک قاعدہ کلیہ پیش نظر ہونا چاہیے کہ امور شرعیہ میں سے کسی امر پر ارباب حل وعقد کے اجماع واتفاق کے وقت مختلف طرق اور متعدد مسالک کے دلائل و ماخذ اس زمانے والوں کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں اور مجموعی ہیئت اس امر کے ساتھ یقین یا غلبۂ ظن کے حکم کا سبب ہوتی ہے، دوسرے جو لوگ اس وقت موجود نہ ہوں ہر ایک دلیل و ماخذ میں علیحدہ علیحدہ غور و فکر کریں تو انھیں غلبۂ ظن یا یقین نہ ہو لیکن ان حضرات کے حق میں زمانہ سابق کا منعقد اجماع دلیل ہونے میں کفایت کرے گا، اس قاعدے سے بہت سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے اگر زمانہ متاخر والے چاہتے کہ اجماع کے علاوہ ان مسائل میں کوئی اور دلیل ظاہر کریں تو وہ متحیر و ششدر رہ جائیں گے۔ ہر گز انہیں کوئی قابل اعتماد رائے میسر نہیں ہو گی کیوں کہ اجماعی دلائل و ماخذ ان حضرات میں پیدا نہیں ہو سکتے اور جو امام مالک سے منقول ہے کہ وتر کے علاوہ چھتیس رکعت تراویح پڑھنا چاہیے۔ علما فرماتے ہیں یہ مدینے والوں کا عمل ہے، پس مؤرخین نے اس کی یہ وجہ لکھی ہے کہ اہل مکہ ہر دو ترویحہ کے دوران سات طواف کرتے تھے کیوں کہ مدینے والے محل طواف (کعبہ) نہیں رکھتے ہیں تو انھوں نے ہر دو ترویحوں کے درمیان چار رکعت نماز پڑھنا شروع کر دی۔ لہٰذا تراویح کے

دوران جونوافل واقع ہوتے تھے اسی سبب تراویح کا مجموعہ اس عدد کو پہنچ گیا، مصنف ابن شیبہ میں داؤد ابن قیس سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں لوگوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ابان بن عثمان کے زمانے میں دیکھا وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ بظاہر اسی زیادتی کا پیدا ہونا جو تراویح کے درمیان نوافل کے سبب ہوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مدینہ منورہ پر زمانہ امارت میں واقع ہوئی کہ اس وقت لوگوں میں عبادت کی جانب کمال رغبت تھی۔ ماثور و منقول مقدار سے انھیں سیری حاصل نہیں ہوتی۔

تمت الفتوٰی

اس وقت ہمارے اصحاب کی کتب میں واقع عبارت سے ہمیں یہی میسر ہوا اور دیگر عبارات بھی ہیں، لیکن وہ ہماری روایت عبارات سے متقارب ہیں، لہٰذا ہم اس کے عدم ذکر کو زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

☆☆☆

السوال

صحیح مختار مذہب حنفی کی رُو سے علمائے کرام اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان کی تمام راتوں میں بیس رکعات اور ایک مرتبہ ختم قرآن کے ساتھ تراویح سنت موکدہ ہے اور جماعت اس میں سنت کفایہ ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا

الجواب : بلا شک وشبہ ماہِ رمضان کی جمیع راتوں میں ایک مرتبہ ختم قرآن کریم کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اس کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ صحیح واصح مذہب پر فقہائے احناف کی یہی رائے اور موقف ہے جیسا کہ اس رسالے میں صراحت کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ: السید ابوالحسین احمد النوری المدعوب ''میاں صاحب'' عفی عنہ

(۱)قد اصاب مولانا المفضال فی ما حرر بالتفصیل والاجمال فجزاہ اللہ ذوالجلال احسن الجزا فی الحال والمآل ۔حررہ المبتلی بانواع البلبال الفقیر **عبدالقادر محبّ الرسول** کان اللہ تعالی لہ فی کل حین و حال۔

(۲)اصاب من اجاب۔ **نور احمد** (بدایونی، استاذِ مصنف قدس سرہ)

(۳)صح الجواب واللہ علیم۔ حررہ **ابوالاحیا محمد نعیم** غفر لہ العلی الرب الحکیم

(۴)ھذا ھوا لصدق القراح والحق الصراح واللہ اعلم لسبیل النجاح۔

محمد نقی علی خاں ولد مولوی رضا علی خاں

(۵)للہ درہ و علی اللّٰہ اجرہ والعلم عند ربی سرہ و جھرہ۔

احمد رضا خاں ولد مولوی محمد نقی علی خاں

(۶)المجیب مصیب۔ **محمد ہدایت علی عفی عنہ** (بریلوی، استاذ مصنف قدس سرہ)

(۷) ھذا ما علیہ جماھیر الحنفیۃ۔ **عبدالعزیز عفی عنہ**

(۸)ذلک کذلک۔ **غلام مصطفیٰ**

(۹)الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ **عبدالحسیب مودودی عفا اللہ عنہ**

(۱۰)ذلک کذلک۔ العبد الراجی من اللہ لحسن الختام **محمد شمس الاسلام** ختم اللہ لہ بالحسنی

(۱۱)لا شك ان التراويح عشرين ركعة سنة مؤكدة عندالحنفية كما هو الواضح اللائح من الاحاديث النبوية والروايات الفقهية والله اعلم بالصواب۔**العبدمحمد لائق علی عفی عنہ**

(۱۲)المجیب مصیب۔**محمد علی**

(۱۳)الجواب صحيح وهكذا يستفاد من الكتب الفقهية المتداولة كالهداية والدرالمختار والعينى وغيرهاوالله اعلم بالصواب۔**کتبہ محمداحسن الصدیقی (نانوتوی)**

(۱۴) صح الجواب۔**محمد جمیل الدین احمد قادری (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۱۵)الجواب صحیح۔**سید حسین حیدر (مارہروی،نواسہ خاتم الاکابر)**

(۱۶) الجواب صحیح۔**سید نورالحسن**

(۱۷)اصاب المجیب۔**محمد اسحاق الصدیقی**

(۱۸)صح الجواب۔**اعجاز احمد (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۱۹)صح الجواب۔**محمد فصیح الدین عباسی (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۰)صح الجواب۔**محمد حامد بخش (قادری، مجیدی، بدایونی)**

(۲۱) صح الجواب۔**سدیدالدین شائق (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۲)صح الجواب۔**غلام صمدانی عرف عبدالعلام**

(۲۳)صح الجواب۔**محمد فضل المجید فاروقی (شیخوپوری،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۴) المجیب مصیب۔**فضل احمد عفی عنہ (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۵) الجواب صحیح۔حررہ **فقیر مرید جیلانی (بدایونی، نبیرۂ سیف اللہ المسلول)**

(۲۶) الجواب صحیح۔حررہ **حافظ بخش (آنولوی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۷) الجواب صحیح۔**بندہ محمد غوث**

(۲۸) الجواب صحیح۔**علی احمد قادری عفی عنہ (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۲۹) الجواب صحیح۔**محبّ احمد قادری (بدایونی،تلمیذ تاج الفحول)**

(۳۰) المجیب مصیب۔**فقیر اشتیاق حسین**

(۳۱) الحق احق بالاتباع۔عبدہ المذنب محمد الشهیر بجیلانی عفی عنه

(۳۲) الجواب صحیح و المجیب نجیح۔عبدہ اکبر حسین عفی عنه

(۳۳) اصاب المجیب۔محمد نجم الحسن عفی عنه

(۳۴) اصاب من اجاب ۔عبدہ محمد بدر الحسن

(۳۵) الجواب صحیح۔محمد نور الحسن عفی عنه

(۳۶) اصاب من اجاب۔محمد احسان الکریم عفی عنه

(۳۷) هذا هو الصحیح۔اسماعیل عفی عنه

(۳۸) الجواب صحیح۔محمد بن امین عفی عنه

(۳۹) الجواب صحیح۔محمد فضل حق عفی عنه

(۴۰) الجواب صحیح۔محمد عبدالرحمٰن عفی عنه

(۴۱) الجواب صحیح۔محمد ظهور الاسلام عفی عنه

(۴۲) الجواب صحیح۔محمد قمر الاسلام عفی عنه

(۴۳) الجواب صحیح۔غلام غوث غوثی عفا اللہ عنه

☆☆☆

خاتمۃ الطبع: الحمد للہ کہ یہ رسالہ ''تحقیق التراویح'' جس کے مصنف مخدومنا سیدنا ومولانا سید ابوالحسین احمد نوری مدظلہ ہیں، مطبع غالب الاخبار واقع محلّہ ٹامسن گنج ،حسب فرمائش مؤلف رسالہ،حسب الارشاد سید محمد جعفر حسین صاحب مالک ومنصرم جملہ کارخانہ جات سید محمد صادق صاحب وکیل سرکار، ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق ماہ فروری ۱۸۷۵ء ۲۴/ذی الحجہ اور ۲/فروری طبع ہوا۔

☆☆☆

التذئیل لتحقیق التراویح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃوالسلام علی رسولہ

محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد

عاجز بندہ سید ابوالحسین احمد نوری قادری مارہروی عرف ’’میاں صاحب‘‘ کہتا ہے یہ رسالہ مَیں نے ان علمائے کرام کے فتاوی سے جمع کیا ہے جو دین اسلام کے چراغ ہیں اوراس کو میں نے تحقیق التراویح کا اختصار بنادیا۔اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے جس کے پاس ہر چیز کے خزانہ ہیں اوراس کی دست قدرت میں ان خزانوں کی چابیاں ہیں۔

السوال: صحیح مختار مذہب حنفی کی روشنی میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ تراویح ماہِ رمضان کی جمیع راتوں میں ایک مرتبہ ختم قرآن اوربیس رکعتوں کے ساتھ سنتِ موکدہ ہےاور جماعت سنت کفایہ ہے یانہیں؟

بینوا توجروا

الجواب ھوالمصوب: علمائے احناف میں تراویح کے سنتِ موکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔بعض نے مستحب کہااور بعض نے سنتِ موکدہ۔سنتِ موکدہ کا قول صحیح ہےاوراس کا خلاف علمائے کرام کے نزدیک مرجوح ہے۔رمضان کی تمام راتوں میں تراویح کا سنت ہونا مختلف فیہ ہے۔بعض حضرات نے تراویح کے سنیت کا ایک مرتبہ ختم قرآن پر اکتفا کیا ہےاور باقی راتوں میں تراویح پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے،لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ تراویح رمضان مبارک کی تمام راتوں میں سنت ہے،اسی طرح جماعتِ تراویح کے سنت ہونے پر بھی اختلاف ہے۔بعض علما کا رجحان ہے کہ تراویح کی جماعت مستحب ہےلیکن اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی جماعت سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔تراویح کی بیس رکعتوں کے سنت موکدہ ہونے میں بھی اختلاف ہے۔بعض اہل علم آٹھ رکعت کوسنت موکدہ اور بقیہ رکعات کو مستحب قرار دیتے ہیں مگر جمہور علمائے کرام کے

نزدیک معتمد واصح مذہب تراویح کی بیس رکعت ہونا ہے۔ختم قرآن کے سنت ہونے میں بھی اختلاف ہے،معتمد یہ ہے کہ ماہِ رمضان کی راتوں میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنت ہے۔ان جملہ مباحث کو مالہا وما علیہا کے ساتھ میں نے اپنے رسالے ''تحفۃ الاخیار باحیاسۃ الابرار'' اور دوسرے رسالے ''الکلام المبرور فی رد القول المنصور'' میں تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے جس نے یہاں مجھے تفصیل سے بے نیاز کردیا تو جو (تفصیلاً) آگاہی چاہے تو وہ ان دونوں رسالوں کی طرف رجوع کرے۔واللہ اعلم وعلمہ احکم.

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی الکھنوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی.

☆ مجیب مصیب ہے۔محمد ظہور حسن

☆ تراویح ہمارے علمائے احناف کے نزدیک سنتِ موکدہ ہے۔اس پر فقہائے کرام کی عبارتیں دال ہیں۔درمختار میں ہے کہ تراویح خلفائے راشدین کی مواظبت کے باعث سنتِ موکدہ ہے۔المستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ تراویح سنن موکدہ میں سے ہے۔ہدایہ میں ہے کہ اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت ہے حررہ الآثم

محمد افضل حسن عفا عنہ ذوالمنن

☆جواب بلاشک وارتیاب صحیح ہے۔

فقیر محمد سراج الحق بدایونی (ابن مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی)

☆احناف کے نزدیک تراویح سنت مؤکدہ ہے،عنایہ حاشیۃ الہدایہ میں ماہِ رمضان کے قیام میں تراویح کا علیحدہ ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ آن کے ساتھ مختص ہے جو مطلق نوافل میں نہیں پائی جاتی۔مثلاً جماعت،رکعتوں کا مقرر کرنا،ختم قرآن کا سنت ہونا اور مصنف نے حدیث کے لفظ کی اتباع میں اسے قیام رمضان سے موسوم کیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اس کے قیام کو سنت قرار دیا ہے۔ترویحہ ہر چار رکعتوں کا نام ہے کیوں کہ ترویحہ اصل میں ایصال راحت ہے اور وہ جلسہ ہے،پھر ہر چار ان رکعتوں کا نام ترویحہ رکھ دیا گیا جن

کے آخر میں ترویحہ ہو۔ ماتن نے لفظ استحباب ذکر کیا ہے۔ اصح مذہب یہ ہے کہ وہ مرد وزن دونوں کے حق میں سنت ہے۔ اس قول میں نظر ہے اس لیے ماتن نے کہا کہ لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے اور یہ قول اس پر دلالت ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا مستحب ہے اس میں اس طرف کوئی رہنمائی نہیں کہ تراویح مستحب ہیں، لہٰذا بعض حضرات کا موقف ہے کہ تراویح سنت ہے اور اس کے لیے اجتماع مستحب ہے۔

ماتن کا قول ''خلفائے راشدین نے اس پر مداومت وہمیشگی فرمائی''، تراویح کے سنت ہونے پر دلالت کر رہا ہے اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو''۔ اگر یہ کہا جائے اگر تراویح سنت ہوتی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر مواظبت فرماتے حالانکہ آپ نے مواظبت نہیں فرمائی تو اس کا جواب یہ دیا کہ نبی کریم ﷺ نے ترک مواظبت میں یہ عذر بیان کیا کہ کہیں وہ ہمارے اوپر فرض نہ کر دی جائے۔

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان کی ایک شب (حجرے سے) نکلے اور بیس رکعت نماز پڑھی جب دوسری رات ہوئی تو لوگ کثیر ہو گئے۔ آپ تشریف نہیں لائے اور آپ نے (صبح کو) فرمایا مجھے تمہارے جمع ہونے کا علم تھا لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض ہو جائے گی لہٰذا لوگ حضرت عمر کے زمانے تک تنہا نماز تراویح پڑھتے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں لوگوں کو کسی ایک امام کی اقتدا میں جمع کر دوں پس آپ نے حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں لوگوں کو جمع کر دیا۔ حضرت ابی بن کعب نے پانچ ترویحوں میں بیس رکعت نماز پڑھائی۔

حررہ پرورش علی سہسوانی (تلمیذ تاج الفحول)

☆ جمہور احناف علما کے نزدیک تراویح سنت موکدہ ہے جیسا کہ ان کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے **المعدن شرح الکنز** میں ہے کہ ہمارے نزدیک مرد وزن دونوں کے لیے تراویح سنت ہے۔ امام شافعی اس میں اختلاف رکھتے ہیں ان کے نزدیک تراویح نفل ہے۔ ایسا ہی کافی میں مذکور ہے۔ ہمارے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک رمضان میں تراویح کی بیس رکعتیں ہیں۔ امام مالک چھتیس رکعتوں کے قائل ہیں ایسا ہی نہایہ شرح الہدایہ میں ہے۔

خزانۃ الروایات میں ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ نماز عشا کے بعد لوگوں کا ماہ رمضان میں جمع ہونا مستحب ہے لہٰذا ان کا امام انہیں پانچ ترویحے نماز پڑھائے۔ لفظ استحباب کا ذکر کیا گیا اور اصح مذہب یہ ہے کہ تراویح سنت ہے۔ الحمیدی میں ہے کہ یہاں لفظ استحباب ذکر کیا گیا اور یہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ بعد نماز عشا ماہِ رمضان میں لوگوں کا جمع ہونا اور ان کا پانچ ترویحے نماز پڑھنا مستحب ہے اور مسئلہ ایسا ہی ہے۔ **الظہیریہ** وغیرہ کتب میں ہے کہ تراویح کا جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے۔ صحیح مذہب کی رُو سے تراویح سنت ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ماہ رمضان کے روزے فرض اور اس کا قیام سنت قرار دیا ہے اور حضور سے صحت کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اسے بعض راتوں میں قائم کیا اور ترکِ مواظبت میں یہ عذر بیان کیا کہ اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ پھر خلفائے راشدین نے اس پر مواظبت اختیار کیا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ **المضمرات** میں ہے ترکِ مواظبت عذر کی بنا پر ہے جس سے اس کا سنت ہونا قادح نہیں ہوگا۔ خانیہ میں ہے کہ تراویح مرد و زن دونوں کے لیے سنت ہے۔ جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ سوال کیا گیا اس شخص کے متعلق جس نے تراویح کی فضیلت کی محرومیت کی بہ نسبت زیادہ عظیم ہے، نیز الشاہان میں ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک چھتیس رکعتیں ہیں۔ جامع الجوامع میں ہے کہ تراویح سنت موکدہ ہے اور جو اسے سنت نہیں سمجھتا وہ رافضی ہے، اس سے قتال کیا جائے گا۔ یہ اس شخص کی مانند ہے جو تراویح کی جماعت کو درست نہیں سمجھتا۔ فتاویٰ برہنہ میں ہے کہ جامع میں کہا گیا ہے کہ تراویح مرد و زن دونوں پر سنت موکدہ ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے اور اس کی شہادت قابل قبول نہیں نیز اس میں یہ بھی ہے کہ تراویح دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعتیں ہیں اور صحیح مذہب پر پانچ سلام بھی جائز ہیں۔

اہل اللہ بن عبد الرحیم دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے ''چہار باب'' نامی رسالے میں فرمایا: سنن مؤکدہ درج ذیل ہیں: دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو نماز ظہر کے بعد اور دو نماز مغرب کے بعد

اور دو نماز عشا کے بعد اور چار رکعت ظہر سے پہلے اور چار جمعہ سے پہلے اور چار جمعہ کے بعد۔ سنت، نفل، وتر کی تمام رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے اور نفل نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور ماہ رمضان میں بعد نماز عشا قبل از وتر دس سلام کے ساتھ بیس رکعت تراویح سنت ہے اور تمام تراویح میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا مسنون ہے۔ وتر صرف ماہِ رمضان میں جماعت سے ادا کیے جائیں۔

حررہ الآثم

السید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب قادری

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	احقاق حق	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	عقیدۂ شفاعت (اردو، ہندی، گجراتی)	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۳	اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	اکمال فی بحث شد الرحال	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	فصل الخطاب	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	حرز معظم	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	مولود منظوم مع انتخاب نعت ومناقب	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	شمس الایمان	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۰	تحقیق التراویح	نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی
۱۱	الکلام السدید	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۲	رد روافض	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۳	سنت مصافحہ	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۴	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۵	تبعید الشیاطین	حافظ بخاری مولانا شاہ عبدالصمد سہسوانی
۱۶	مردے سنتے ہیں؟	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۷	مضامین شہید	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۸	ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۱۹	عرس کی شرعی حیثیت	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۲۰	فلاح دارین (اردو، ہندی)	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۲۱	نگارشات محب احمد	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۲	عظمت غوث اعظم	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۲۳	شارحۃ الصدور	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۲۴	الدرر السنیۃ ترجمہ از :	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی

۲۵	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۶	**ریاض القرأت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۲۷	**خطبات صدارت**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۸	**مثنوی غوثیہ**	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۹	**عقائد اہل سنت** (اردو، ہندی)	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۰	**دعوت عمل** (اردو، انگلش، ہندی، مراٹھی، گجراتی)	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۱	**فلسفہ عبادات اسلامی**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳۲	**مختصر سیرت خیرالبشر**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳	**احوال ومقامات**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۴	**خمیازۂ حیات** (مجموعۂ کلام)	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۵	**باقیات ہادی**	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۶	**مدینے میں** (مجموعۂ کلام)	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۷	**احادیث قدسیہ** (اردو، انگلش، گجراتی)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۸	**تذکرۂ ماجد**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۹	**خامہ تلاشی** (تنقیدی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۰	**تحقیق وتفہیم** (تحقیقی مضامین)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۱	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۲	**اسلام: ایک تعارف** (ہندی، انگلش، مراٹھی)	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۳	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۴	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۵	**مفتی لطف بدایونی:** شخصیت اورشاعری	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۶	**حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۷	**طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول)	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۴۸	**اسلام میں محبت الٰہی کا تصور**	مولانا دلشاد احمد قادری
۴۹	**تذکرۂ خانوادۂ قادریہ**	مولانا عبدالعلیم قادری مجیدی